ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

04 اپریل 2026ء | شوال المکرم 1447ھ

عزم وہمت اور صبر واستقامت کے

96 سال

میدانِ اُحد میں سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک

- امریکہ واسرائیل کی ایران کے خلاف جنگ
  مسلم ممالک کے اتحاد اور نئی صف بندی کی ضرورت
- الحاد کی بڑھتی ہوئی رفتار ایک واہمہ
- اپنے گھر کے حوالے سے چند یادیں
- سید الشہداء سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ
- الحاد فی الدین کے طُرق
- کیا ”قادیانیوں“ (احمدیوں) کے عقائد کفریہ نہیں؟

مجلسِ احرارِ اسلام چنیوٹ کے زیرِ اہتمام
احرار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کانفرنس
18 اپریل 2026 بروز ہفتہ بعد نمازِ عشاء
بمقام
جامع مسجد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ محلہ گرڑھا چنیوٹ
نواسۂ امیر شریعت قائد احرار حافظ سید محمد کفیل بخاری مدظلہ
امیر مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان
پیرِ طریقت رہبرِ شریعت حضرت مولانا محمد ناصر الدین خان خاکوانی صاحب
امیر عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت پاکستان
پیرِ طریقت رہبرِ شریعت حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ
سرپرست اعلیٰ شبان ختمِ نبوت پاکستان
شہبازِ خطابت حضرت مولانا محمد شاہ نواز فاروقی صاحب مدظلہ
ناظمِ اعلیٰ مرکزی علماء کونسل پاکستان
نبیرۂ امیر شریعت
ابن حضرت پیرجی
حضرت مولانا سید عطاء المنان بخاری صاحب مدظلہ
ناظم شعبہ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوت مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان
مناظرِ ختمِ نبوت حضرت مولانا محمد مغیرہ صاحب مدظلہ
ناظمِ اعلیٰ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان
جانشین سفیرِ ختمِ نبوت حضرت مولانا محمد الیاس چنیوٹی صاحب مدظلہ
امیر انٹرنیشنل ختمِ نبوت موومنٹ پاکستان
منجانب: مجلسِ احرارِ اسلام چنیوٹ
برائے رابطہ
03217708157
03013138803

بیاد

حضرۃ امیرِ شریعت، سیّد الاحرار

سیّد عطاء اللہ شاہ بُخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی و امیرِ اوّل مجلس احرارِ اسلام

ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت مُلتان

بانی

ابنِ امیرِ شریعت حضرۃ

مولانا سیّد عطاء المحسن بُخاری رحمۃ اللہ علیہ

Regd.M.NO.32 | شمارہ 04 | جلد 37

اپریل 2026ء | شوّال المکرّم ۱۴۴۷ھ

بفیضانِ نظر

جانشینِ امیرِ شریعت، امامُ الاحرار حضرۃ مولانا

سیّد ابومعاویہ ابوذر بُخاری رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ خواجگان حضرۃ مولانا خان محمّد رحمۃ اللہ علیہ

ابنِ امیرِ شریعت حضرۃ مولانا سیّد عطاء المؤمن بُخاری رحمۃ اللہ علیہ

ابنِ امیرِ شریعت حضرۃ پیرجی سیّد عطاء المہیمن بُخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب مدظلہ

(مسند نشین خانقاہ سراجیہ)

سرپرست شعبہ تبلیغ مجلس احرارِ اسلام پاکستان

جناب پروفیسر خالد شبیر احمد صاحب

جناب ملک محمّد یوسف صاحب

مُدیرِ مسئول: سیّد محمّد کفیل بُخاری

رفقاءِ فکر

عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا محمّد مُغیرہ، ڈاکٹر محمّد عُمر فاروق، میاں محمّد اویس

سیّد عطاء المنّان بُخاری، ڈاکٹر محمّد آصف، مولانا تنویر الحسن احرار

منتظم ترسیلات: محمّد فیصل اشفاق، احمد علی

رابطہ 0304-2265485

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ مُلک —— =/600 روپے

بیرونِ مُلک —— =/9000 روپے

فی شُمارہ —— =/50 روپے

رابطہ: دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی مُلتان

www.ahrar.org.pk kafeel.bukhari@gmail.com

majlisahrar@hotmail.com majlisahrar@yahoo.com

شعبہ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوّۃ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی مُلتان — ناشر: سیّد محمّد کفیل بُخاری — طابع: تشکیلِ نو پرنٹرز مُلتان

ترسیلِ زر بنام ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت مُلتان — اکاؤنٹ نمبر یو بی ایل 0278-1005278 — ایم ڈی اے چوک مُلتان

تشکیل

اداریہ	امریکہ واسرائیل کی ایران کے خلاف جنگ مسلم ممالک کے اتحاد اور نئی صف بندی کی ضرورت	سید محمد کفیل بخاری	3
افکار	الحاد کی بڑھتی ہوئی رفتار ایک واہمہ	پٹیل عبدالرحمٰن مصباحی	5
//	گمراہی سے نوجوانوں کی حفاظت کیسے ممکن ہے؟	حافظ محمد اسامہ پسروری	15
//	نیٹ میٹرنگ سے نیٹ بلنگ تک کیا شمسی انقلاب کو روکا جارہا ہے؟	میاں منیر احمد	17
دین ودانش	الجواهر السنية في السيرة النبوية (قسط نمبر:13)	محمد بن احمد الفاسی مترجم: ڈاکٹر ضیاء الحق قمر	20
//	سید الشہداء سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ	ابو مروان معاویہ واجد علی ہاشمی	23
//	قصہ مہاجرِ امّ قیس	مولانا محمد ذیشان	27
ادب	نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم	ماہر القادری رحمہ اللہ	37
//	دَعوتِ عمل	سید عبدالمنان شاہدؒ	38
شخصیت	اپنے گھر کے حوالے سے چند یادیں	خلیق ابراہیم خلیق	39
خطاب	اصحاب رسول علیہم الرضوان وخلافت راشدہ (قسط نمبر:2)	سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ	41
//	الحاد فی الدین کے طُرق (قسط نمبر:1)	مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ	49
مطالعہ قادیانیت	قادیانیت کیا ہے؟ (قسط نمبر:1)	حافظ عبیداللہ	54
حسن انتقاد	قاتلِ عمّار رضی اللہ عنہ کون؟ (مختصر ایڈیشن)	مبصر: حافظ عبیداللہ	60
قبول اسلام	من الظلمت الی النور	مرتب: ابو مروان	64
ترحیم	مسافران آخرت	ادارہ	64

★......★......★

دل کی بات

سید محمد کفیل بخاری

امریکہ واسرائیل کی ایران کے خلاف جنگ
مسلم ممالک کے اتحاد اور نئی صف بندی کی ضرورت

28 رفروری 2026ء کو امریکہ واسرائیل کی ایران کے خلاف شروع ہونے والی جنگ ایک ہمہ جہتی عالمی بحران میں تبدیل ہو چکی ہے۔ایک ماہ سے جاری جنگ کے اثرات صرف مشرقِ وسطیٰ تک ہی محدود نہیں رہے بلکہ پوری دنیا کی معیشت اور توانائی کے نظام کو بھی درہم برہم کر کے رکھ دیا ہے۔

صدر ٹرمپ امریکی تاریخ میں نہایت غیر سنجیدہ اور متنازع شخصیت کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ بظاہر امن کے دعوے دار بن کر جنون کی حد تک دنیا کو جنگ کی آگ میں جھونکنے کے طرزِ عمل نے بین الاقوامی سطح پر اور خود امریکہ میں اُن کی ساکھ کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔سابق امریکی صدر جمی کارٹر کا یہ کہنا سو فیصد درست ہے کہ:

''صدر ٹرمپ کے دورِ حکومت میں امریکی زوال شروع ہو گیا ہے''

مسٹر ڈونلڈ ٹرمپ یہودی لابی کی حمایت سے صدارت تک پہنچے۔انھوں نے اسرائیل کی چہیتے بیٹے کی طرح پرورش وسرپرستی کی۔امن کے نام پر فلسطینیوں کا قتلِ عام اور نسل کشی کی جو تا حال جاری ہے۔اب ایک ماہ سے امریکہ واسرائیل مل کر ایران کے خلاف جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں۔خلافِ توقع ایران نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔عرب امارات،قطر،کویت،بحرین اور سعودی عرب میں امریکی اڈوں اور براہ راست اسرائیل پر شدید ایرانی میزائل حملوں نے صدر ٹرمپ کو حواس باختہ کر دیا ہے۔جنگ کا دائرہ وسیع ہونے سے مشرقِ وسطیٰ اور جنوبی ایشیا کے ممالک بھی امن وسلامتی اور معاشی وتوانائی کے شعبوں میں شدید متاثر ہوئے۔اسی دوران پاکستان،مصر،ترکی اور سعودی عرب متحرک ہوئے۔چاروں ممالک نے سفارتی ومذکراتی رابطوں سے جنگ بندی کے لیے کوششیں شروع کیں۔ان کوششوں میں پاکستان کی میزبانی نہایت اہم ہے۔صدر ٹرمپ کی حواس باختگی قابلِ فہم ہے۔امریکہ کو روزانہ دو ارب ڈالر کا نقصان ہو رہا ہے جبکہ عوام میں اُن کے خلاف نفرت میں اضافہ اور مقبولیت میں کمی واقع ہوئی ہے۔اُدھر متحدہ عرب امارات کو پینتالیس ارب ڈالر کا نقصان ہوا ہے۔صدر ٹرمپ جنگی نقصان کو سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات سے پورا کرنا چاہتے ہیں جس کا انھوں نے مطالبہ بھی کیا ہے کہ میں نے عربوں کے دفاع میں ایران کے خلاف جنگ کی

ہے لہٰذا جنگی خرچہ و حرجہ ادا کریں۔ یہ ایک کھلی بدمعاشی ہے، دیکھتے ہیں کہ عرب دنیا اس بدمعاشی کو قبول کرتی ہے یا مسترد۔ انہوں نے سعودی عرب کو جنگ میں دھکیلنے کی پوری کوشش کی لیکن سعودعرب اس کا حصہ نہ بنا، نتیجتاً سعودی ولی عہد محمد بن سلمان کے بارے ناز یبا جملہ بھی اُگل دیا جس پر دنیا بھر سے اُن کی مذمت کی گئی۔ صدر ٹرمپ اپنی تمام تر جارحیت کے باوجود آبنائے ہرمز کو نہ کھلوا سکے۔ حتیٰ کہ امریکی جہازوں کو پاکستانی پرچم لہرا کر آبنائے ہرمز سے گزرنے کی اجازت ملی۔ نیٹو ممالک نے ایران جنگ میں امریکہ کا ساتھ دینے سے واضح انکار کر دیا۔ برطانیہ اور فرانس نے تو بہت کھل کر مخالفت کی جس کے نتیجے میں اب امریکہ تنہائی کا شکار ہے۔ روز اپنا مؤقف بدلنے کے عادی صدر ٹرمپ نے پہلے تو جنگ بندی کے لیے پاکستانی کوششوں کی تحسین کی۔ اب تازہ بھاشن یہ دیا ہے کہ جنگ دو تین ہفتوں میں ختم ہو جائے گی۔ دعویٰ یہ کیا کہ ایرانی صدر نے سیز فائر کی اپیل کی ہے جبکہ ایران نے سختی سے تردید کی ہے۔ اُدھر نیٹو سے نکلنے کی دھمکی بھی دی ہے۔ ان حالات میں عالمی سطح پر پاکستان کو جو عزت و احترام ملا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے۔ دنیا کے حالات تیزی سے بدل رہے ہیں۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ پاکستان، سعودی عرب، مصر اور ترکی مل کر مسلم ممالک کے اتحاد کو مزید مضبوط کریں اور نئی صف بندی کر کے ایک طاقت ور اسلامی بلاک تشکیل دیں۔

اسرائیلی پارلیمنٹ نے حالیہ دنوں میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ فلسطینی قیدیوں کو جلد از جلد سزائے موت دے دی جائے۔ اِن قیدیوں کی تعداد دس ہزار سے زائد ہے۔ یہ ایک انسانی المیہ ہوگا۔ دنیا کا کوئی بھی قانون اور اخلاق اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلامی بلاک کو پوری قوت سے اس فیصلے کو رکوانا ہوگا، اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرنا ہوگی اور دنیا کی حمایت سے اسرائیل کو اس ظالمانہ فیصلے کو ختم کرنے پر مجبور کرنا ہوگا۔

پاکستان کی طرف سے افغانستان میں ٹی ٹی پی کے دہشت گردوں کے اڈے ختم کرنے کا مطالبہ ہر اعتبار سے درست ہے۔ اس کے لیے گزشتہ برسوں میں مسلسل مذاکرات ہوئے لیکن کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ گزشتہ ایک ماہ میں پاکستان نے افغانستان میں دہشت گردوں کے اڈوں پر براہ راست حملے کر کے انہیں تباہ کیا جس میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ امت مسلمہ کا درد رکھنے والے پاکستان اور افغانستان کے علماء نے دونوں ملکوں کے حکمرانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ جنگ بند کر کے مذاکرات کے ذریعے اپنے متنازعہ مسائل حل کریں۔ گزشتہ دنوں چین کی ثالثی میں بیجنگ میں پاک افغان وزراخارجہ کی ملاقات بھی نہایت اہم ہے۔ اللہ کرے کہ دونوں ہمسایہ ممالک بات چیت کے ذریعے اپنے مسائل حل کرنے میں کامیاب ہوں۔

★......★......★

پٹیل عبدالرحمٰن مصباحی

الحاد کی بڑھتی ہوئی رفتار ایک واہمہ

ایک بات جسے ''ملحدین'' کی جانب سے تحریر وتقریر کے ذریعے الیکٹرانک میڈیا، پرنٹ میڈیا اور سوشل و ڈیجیٹل میڈیا کے پلیٹ فارم سے بار بار دہرایا جاتا ہے یہ ہے کہ ''انسان آج جب کہ اپنی قوت تخلیق سے آگاہ ہوا ہے اور نئے دور کی ایجادات نے اسے خدا کا وجود ماننے سے بے نیاز کرتے ہوئے اپنی ذات پر انحصار اور اپنی صلاحیت پر اعتماد بخشا ہے؛ ایسے میں مذہب کے نام پر کھڑی کی گئی وہ تمام دیواریں منہدم ہوتی جارہی ہیں جو انسان کو مخصوص معتقدات، اعمال اور اخلاقیات کا پابند کرتی تھیں، جیسے جیسے انسان ترقی کرتا جارہا ہے ویسے ویسے وہ الحاد کی معقولیت کا قائل ہو کر یا الحاد کی معقول توجیہات سے متاثر ہو کر مذہب کا دامن چھوڑتا جارہا ہے''، یہ بات مسلسل دہرائی جارہی ہے کہ ''الحاد اپنی نوعیت میں بہت معقول (Rational)، مذہب کا بہتر متبادل اور انسان کیلئے تسکین کا باعث ہونے کی وجہ سے مسلسل اپنا دائرہ وسیع کر رہا ہے اور انسان زیادہ سے زیادہ تعداد میں الحاد کی طرف مائل ہو کر اسے قبول کر رہے ہیں''، یہاں سب سے اہم سوال یہ ہے کہ ملحدین یا ان کے معاونین کے اِس قسم کے دعوؤں میں کس حد تک سچائی ہے؟ کیا واقعی الحاد کی معقولیت نے دنیا کی بڑی آبادی کو اپنے سحر میں لے کر مذہب سے بے نیاری کا خواب دکھایا ہے؟ یا پھر یہ ایک قسم کا واہمہ (Delusion) ہے جسے مسلسل ذرائع ابلاغ کے ذریعے لوگوں کے ذہن میں ڈال کر انہیں مرعوب کیا جارہا ہے تا کہ لوگ اپنی مذہبی اہمیت کا اندازہ نہ لگا سکیں اور ایک خاص قسم کے پروپیگنڈا کا شکار ہو کر الحاد کو بطور معقول نظریہ نہیں تو فیشن سمجھ کر ہی قبول کرلیں؟۔

اِس سلسلے میں موجودہ حالات کا تجزیہ بتاتا ہے کہ دنیا بھر کے مختلف ممالک میں الحاد کے بڑھنے میں اس کی معقولیت سے زیادہ اس کے فریب کا دخل ہے بلکہ سرے سے ''جدید الحاد'' کی تحریک میں معقولیت ہے ہی نہیں، صرف خواہشات کی پیروی پر ابھارنے اور تشہیری پروپیگنڈوں پر جدید الحاد کی یہ پوری عمارت کھڑی ہوئی ہے، اصل معاملہ یہ ہے کہ آج کے انسان کو اس کی نجی مصروفیات میں قید کر کے کسی بھی قسم کی حقیقی معلومات سے آشنا ہونے سے روک دیا گیا ہے، ایسے میں جو کچھ بھی تشہیری مہم کے ذریعے اسے باور کرا دیا جائے وہی وہ مانتا چلا جاتا ہے، اسے اصطلاحی زبان میں مائنڈ پروگرامنگ Mind Programming کہتے ہیں۔

مائنڈ پروگرامنگ اور زمینی حقیقت

ایسی کسی بھی مائنڈ پروگرامنگ سے ہٹ کر زمینی حقائق پر نظر ڈالی جائے تو ملحدین کے افکار کی معقولیت کے

سبب مقبول ہونے کے سارے بلند بانگ دعوؤں کا کھوکھلا پن اور ان کی سطحیت کھل کر سامنے آجاتی ہے، 2001ء میں شروع ہونے والی جدید الحاد کی تحریک کا صرف پانچ سال کے اندر اندر کیا حشر ہوا اس کا اندازہ ڈیوڈ ولسن کے درج ذیل تبصرہ سے لگایا جا سکتا ہے، ڈیوڈ ولسن خود ایک الحاد زدہ ارتقائی نظریہ کے حامیوں میں شمار کی جانے والی شخصیت ہے، ۶ نومبر ۲۰۱۵ء کو New Republic نے Is the New Atheism dead? (کیا جدید الحاد کی موت واقع ہو چکی؟) کے عنوان سے ایک مقالہ شائع کیا ہے، جس میں David Sloan Wilson نے لکھا ہے: ''ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دنیا جدید الحاد کی تحریک سے عاجز آ چکی ہے، جو تقریباً پانچ سال قبل منظر عام پر آئی تھی''

ڈیوڈ کی پوری عبارت یوں ہے

The world appears to be tiring of the New Atheism movement ،which burst upon the scene about five years ago with the so called Four Horsemen: Sam Harris،Richard Dawkins،Daniel Dennett ،and the late Christopher Hitchens. [David Wilson]

بلکہ اس سے آگے بڑھ کر خود ولسن نے اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے کہ عقلیت کے نام پر برپا کی گئی جدید الحاد کی یہ ساری چمک دمک ایک خام خیالی سے زیادہ کچھ بھی نہیں، جدید الحاد کے پاس چند مفروضوں کے علاوہ کوئی ایسی بات نہیں جسے معقول کہہ کر کسی کو اس کی طرف دعوت دی جا سکے لہٰذا معقولیت کی وجہ سے الحاد کا دائرہ وسیع ہونا یہ ایک فریب ہے، وِلسن نے اسی مقالے میں مزید لکھا ہے۔

How about the new atheism of our day? I wish Icould report otherwise, but it has all the hallmarks of a stealth religion , including a polarized belief system that represents everything as good , good, good or bad, bad, bad. The unquestioned authority of its leaders, and even the portrayal of bad ideas as like demons (parasitic memes) that need to be cast out "(breaking the spell)". [David Wilson]

''آج کے جدید الحاد کی کیا حالت ہے؟ کاش! میں کچھ اور کہہ سکتا مگر حقیقت یہ ہے کہ جدید الحاد کا یہ سارا ڈھکوسلہ ایک مخفی وسرّی مذہب کی نقل کے سوا کچھ بھی نہیں، ایک ایسا بگڑا ہوا نظریاتی نظام جس میں ایک طرف سب کچھ اچھا اچھا اور اچھا ہے جبکہ دوسری طرف سب کچھ برا برا اور برا ہے، ان کے لیڈرز کا کسی کو جواب دہ نہ ہونا بلکہ

مخالف نظریات کو اسی طرح سے مسترد کرنا جیسے قدیم مذاہب جنوں بھوتوں کو رد کرتے تھے، پھر مذہب کے انکار کے لیے اصطلاح بھی وہی استعمال کی جاتی ہے جو قدیم کلیسا شیطان کو بیماروں کے جسموں سے نکالنے کے لیے استعمال کرتا تھا یعنی بریکنگ دا سپیل (Breaking the Spell) لفظی ترجمہ: منتر کا توڑ کرنا‘‘

یہ تو اکیسویں صدی کے شروع میں دھوم دھام سے شروع کی گئی جدید الحاد کی تحریک کی صرف ابتدائی ناکامی کا حال تھا، اب ذرا مزید پانچ سال یعنی کہ ایک دہائی بعد کی صورت حال جیمس ووڈ کی زبانی سنیے اور سوچیے کہ زور وشور سے جس جدید الحاد کا آغاز ہوا تھا اور میڈیا جس کی دن دگنی رات چوگنی ترقی کے راگ الاپتے نہیں تھکتا، فروغِ الحاد کا وہ منصوبہ اپنی غیر معقولیت اور انسانی فطرت سے متصادم ہونے کے سبب ایک دہائی میں کہاں جا پہنچا اور اتنی مختصر سی مدت میں عقلیت کا سارا شور کیسے سرد پڑ گیا۔ جیمس وڈ نے اپنے مقالے ’’جدید ناول اور جدید الحاد‘‘ (The modern novel and the New Atheism) میں لکھا ہے۔

Now that almost a decade has passed since the events of 9/11, and the New Atheism has had time to establish itself as more than simply reactive, some of its intellectual and theological weaknesses have become more clearly apparent. [James Wood]

’’آج جبکہ 9/11 کے واقعے کو تقریباً ایک دہائی کا وقت گزر چکا ہے اور جدید الحاد نے اتنا وقت بھی پا لیا ہے جتنے میں عام طور پر کوئی بھی نظریہ اپنے آپ کو مستحکم کر لیتا ہے اور محض ردِ عمل اور جواب در جواب کی نفسیات سے نجات پا لیتا ہے۔ لیکن اس عرصے میں اس فکر کی (بنیادوں کے استحکام کی بجائے، اس کی) بہت سی عقلی اور متکلمانہ (فلسفیانہ) کمزوریاں واضح طور پر کھل کر سامنے آ گئی ہیں۔‘‘

یعنی مذہب کے خلاف عقلیت کے نام پر شروع کیے جانے والا جدید الحاد کا پروگرام دس سال کے عرصے میں ایسا ایکسپوز ہوا کہ اس کی معقولیت کی ساری مٹی پلید ہو گئی اور خود عقلیت زدہ روشن خیال لوگ یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ الحادِ جدید؛ احمقوں کی ایک فکری جنت کے علاوہ کچھ بھی نہیں، اسی ضمن میں لیڈن کے فلسفیاتی ادارے (Leiden institute for Philosophy) کے لکچرار تھامس ویلس کی ایک بات بھی ملاحظہ کرتے چلیے، تھامس نے اپنے مقالے ’’میں ملحد کیوں نہیں؟‘‘ (Why I am not an Atheist?) میں لکھا ہے :

The fundamental problem with all this is that the New Atheists have failed to break the intellectual chains of religion and haven't even realised

it. [Why I am Not an Atheist by Thomas Wells]

''اس سب کے ساتھ سب سے بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ یہ جدید ملحدین مذہب کی معقولی استدلالات کی زنجیریں توڑنے میں ناکام رہے ہیں اور اس پر طرہ یہ کہ انہیں اپنی ناکامی کا احساس بھی نہیں ہے''

ملحدین عقلیت کی بنیاد پر اپنا نظریہ پھیلانے میں کامیاب ہو رہے ہیں، اِس فریب کے بادل مذکورہ دلائل کی تیز ہوا سے چھٹ چکے ہیں اور مذہب کی معقولیت کا آسمان صاف نظر آنے لگا ہے۔ اب ذرا ایک اور مکر کا جالا صاف کرتے ہیں۔ اپنی بزعمِ خویش معقولیت کے علاوہ دوسری صفت جس پر ملحدین کو بڑا مان ہے وہ ہے الحاد کا متبادل ہونا یعنی یہ دعویٰ کہ الحاد مذہب کا متبادل ہے، ان کے خیال میں جدید دور کا انسان مذہب کو چھوڑنے کے بعد اپنی زندگی الحاد کے سائے میں اطمینان سے گزار سکتا ہے، معقولیت کی حقیقت تو اوپر کھل چکی، اب ذرا متبادل ہونے کے زعم کی سطحیت بھی دیکھ لیجئے! جدید سائنسی ایجادات وتصورات کی صحافت کے شعبے سے تعلق رکھنے والے آسٹریلیا کے مشہور صحافی ٹیم ڈین نے اپنے مقالے God is Dead Now What? میں لکھا ہے۔

Abandoning religion, even with good cause, is not to be done lightly. So with what to replace it? Atheism? Unfortunately , Atheism is fundamentally a negative thesis. It simply states that there is no God or gods. Atheism doesn't make any positive claims about how to live one's life, except to say that to do so under the impression there's a God is to live in error. [God is dead, Now What? by Team Dean]

''مذہب کا انکار کرنا، اگرچہ اچھا بہانہ تراش کر کیا جائے، اتنے ہلکے پن سے نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ سوال یہ ہے کہ آپ مذہب کے متبادل کے طور پر کیا پیش کریں گے؟ الحاد؟ بدقسمتی سے الحاد صرف ایک منفی نظریہ ہے، جو سادہ سے انداز میں صرف اتنا بتاتا ہے کہ کوئی خدا یا ماورائی طاقت وجود نہیں ہے، الحاد کوئی ایسا مثبت پہلو نہیں رکھتا جو یہ بتا سکے کہ ایک فرد کو اپنی زندگی کیسے گزارنی چاہیے، وہ صرف یہ بتاتا ہے کہ خدا کے وجود کو مان کر گزاری جانے والی زندگی غلط ہے (مگر صحیح زندگی کیسے گزارنی ہے، اس کا کوئی جواب الحاد کے پاس نہیں)''

ٹیم ڈین نے مزید لکھا ہے۔

Even if the so-called "New Atheists" are right, and all that's left of God is a chalk outline, that's far from the end of the story. Sadly , religion

can't simply be surgically extracted from our live , our culture and our society that easily. God's absence leaves a sizable void that needs to be filled by something. And atheism isn't it.

''فرض بھی کر لیا جائے کہ نام نہاد جدید ملحدین کا یہ دعوی درست ہے کہ جدید معاشرتی زندگی میں اب خدا کی ذات باقی نہیں رہی محض اس کے نشانات رہ گئے ہیں جو بتاتے ہیں کبھی یہاں کوئی خدا تھا، بالفرض یہ دعوی درست بھی ہو تب بھی بات یہاں ختم نہیں ہوتی، افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مذہب کو ایک سرجری یا ایک آپریشن کے ذریعے ہماری زندگیوں سے نہیں نکالا جا سکتا، نہ ہماری تہذیب سے، نہ ہمارے معاشرے ہی سے۔ خدا کی غیر حاضری (اس کے وجود کا انکار) ہمارے لئے ایک ایسا خلا پیدا کر دے گی جس کو کسی نہ کسی چیز کے ساتھ پر کرنا لازم ہوگا اور سچ یہ ہے کہ وہ چیز الحاد تو ہے نہیں''۔

''الحاد ایک معقول نظریہ ہے اور وہ مذہب کا متبادل بن سکتا ہے، اسی لئے الحاد کی مقبولیت بڑھتی جا رہی ہے'' یہ بات کتنی سچ ہے اور کتنی جھوٹ یہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں، دونوں جہت سے قلعی کھل جانے کے بعد بھی اگر کوئی ملحد یہ سوچ کر خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ ہم نے انسانوں کو الحاد کے ذریعے ایک پُرسکون زندگی دی ہے جس میں انسان ذہنی و قلبی بے چینی سے نجات پا لیتا ہے، اسی سکون کی طلب میں نئی دنیا کا انسان الحاد کی طرف قدم بڑھا رہا ہے تو جان لینا چاہیے کہ یہ خالص خوش فہمی ہے جس کا حقیقت سے کچھ تعلق نہیں، پھر بھی تسکینِ قلبِ ملحد کیلئے ذرا اِس خوش فہمی کا بھی نقاب ہٹاتے ہیں اور الحاد کے چہرے پر ایک اور بدنما داغ دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں، کیمبرج سے وابستہ ماہر عمرانیات اور سماجی مسائل پر کام کرنے والے فل زکرمین نے اپنے ایک سروے کی رپورٹ میں لکھا ہے۔

In a global study on atheism, sociologist Phil Zuckerman noted that though there are positive correlations with societal health in many countries where the atheist population is significantly high , countries with higher number of atheists also had the highest suicide rates compared to countries with lower numbers of atheists.[Zuckerman, Phil 2007. Martin, Michael (ed.). The Cambridge Companion to Atheism. Cambridge Univ. Press. p. 58]

''الحاد سے متعلق ایک عالمی مطالعے میں ماہر سماجیات فل زکرمین نے واضح کیا ہے کہ بہت سے وہ ممالک جہاں

ملحدین کی تعداد زیادہ مقدار میں ہے وہاں اگر چہ سماجی زندگی کا معیار بلند ہے مگر ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ جن ممالک میں ملحدین کی تعداد زیادہ ہے وہاں ان ممالک کی بنسبت جہاں ملحدین کی تعداد کم ہے، خودکشی کا گراف بھی کافی اونچا ہے‘‘

بات بالکل واضح ہوگئی کہ جیسے الحاد معقولیت سے خالی اور متبادل بننے کی صلاحیت سے عاری ہے ایسے ہی الحاد کے ذریعے ذہنی وقلبی سکون کے ساتھ اطمینان بخش زندگی ملنے کا بھی کوئی امکان نہیں ہے، مذکورہ پوری گفتگو سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ الحاد نہ تو اپنی معقولیت کی بنیاد پر اپنا دائرہ پھیلا رہا ہے، نہ ہی متبادل کی حیثیت سے اسے قبولیت حاصل ہو رہی ہے، نہ ہی اس میں انسانی زندگی کے اطمینان کا کوئی سامان موجود ہے، جب یہ تینوں وجہیں باطل ہوگئیں تو ظاہر ہوگیا جو کچھ مائنڈ پروگرامنگ کے راستے سے الحاد کے بڑھتے ہوئے خناس کا ڈر دکھایا جاتا ہے وہ ایک فریب، ایک دھوکہ، ایک آنکھوں میں دھول جھونکنے والی بات اور ایک بے بنیاد واہمہ ہے۔

اب آئیے! ذرا یہ بھی دیکھ لیتے ہیں کہ مذہب کو مات دے دینے یا معاشرے سے نکال دینے یا اس کے بغیر انسانی زندگی کو اعتدال کے ساتھ چلانے جیسے جتنے بھی خیالات ملحدین کے ہیں بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر جو یہ دعوے ہو رہے ہیں کہ اب مذہب کا تو خدا حافظ اب انسان نے الحاد کو چن کر خدا کی موت کا اعلان کر دیا ہے اور اپنی دنیا میں اپنی جنت آپ تعمیر کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے خدا کی ضرورت کا انکار کر دیا ہے، یوں مذہب اور الحاد کی جنگ میں الحاد غالب آرہا ہے اور مذہب پسپا ہوتا جا رہا ہے، بظاہر یہ اعلان مذہبی افراد کیلئے تکلیف دہ ہے اور ملحدین اسے سن کر پھولے نہیں سماتے مگر اس اعلان میں کتنا دم خم ہے اور زمینی سطح پر کیا امکانات اور اندیشے ہیں ان کے بارے میں مشہور تشکیک پسند (Agnostic) جان گرے کا ایک اقتباس ہی پڑھ لیجیے، دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا، مشہور زمانہ برطانوی جریدے دی گارڈین نے 3 مارچ 2015ء کو ایک مقالہ شائع کیا ہے، جس میں جان گرے نے ’’ایک نئے ملحد کا دل کس بات سے دہلتا ہے‘‘ (What Scares A New-Atheist?) کے عنوان کے تحت کہا ہے:

There is no sign anywhere of religion fading away, but by no means all atheists have thought the disappearance of religion possible or desirable [What scares the new atheists by John Gray. Tue 3 Mar 2015, The Gaurdian]

’’اس بات کی کوئی علامت نہیں نظر آ رہی کہ مذہب اپنی اہمیت کھو رہا ہے مگر تمام ملحدین بلا وجہ ہی یہ گمان لئے ہوئے ہیں کہ مذہب کا ختم ہو جانا ممکن ہے یا مطلوب ہے‘‘

ٹیم ڈین (Team Dean) نے زیادہ واضح الفاظ میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ۔

Religion is more than just a vehicle of worship. Religion is one of the pillars of our society. Religion is a glue that binds a community together. It's a support network that lifts you when you're down. It's a centre of education, a hub of culture, a place where we're encouraged to consider things greater than our own petty concerns. [God is dead, Now what?]

''مذہب محض صرف ایک عبادت کی گاڑی نہیں ہے، مذہب ہمارے سماج کا ایک ستون ہے، مذہب ایک گوند ہے جس سے معاشرہ ایک دوسرے کے ساتھ جڑتا ہے، یہ ایک دستگیری کا نظام جو آپ کو اس وقت اٹھاتا ہے جب آپ گر چکے ہوتے ہیں، یہ ایک تعلیم کا مرکز، ایک تہذیب کا گہوارہ اور ایک ایسا مقام ہے جہاں ہم معاملات کو خود پرستی کے گھٹیا پن سے اوپر اٹھ کر دیکھنے کا حوصلہ پاتے ہیں''

نمبر گیم اور زمینی حقیقت

اِس سب کے بعد مرحلہ آتا ہے اُس نمبر گیم (Number Game) کا جس کے ذریعے الحاد کے گراف کو مسلسل اوپر کی طرف جاتا ہوا دکھایا جاتا ہے، اگر الحاد غیر معقول، تبادلہ کیلئے نااہل اور اطمینان سے خالی ہے تو آخر دنیا بھر کی رپورٹس اور جدا جدا سروے میں دن بہ دن ملحدین کی تعداد میں جو اضافہ دکھایا جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ سوال اہم ضرور ہے مگر زیادہ مشکل نہیں، الحاد نے جب تینوں محاذ پر اپنے آپ کو پسپا ہوتے دیکھا تو اخیر میں نمبر گیم جیتنے کیلئے ایک خاص حربہ استعمال کیا، وہ حربہ یہ ہے کہ اپنی ناکامی کو چھپانے کیلئے الحاد کے آقاؤں نے سرے سے الحاد کی تعریف ہی بدل دی، اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ جب ملحدین نے دیکھا کہ الحاد کی عام تعریف یعنی کہ مطلقاً خدا کے انکار کو معیار بنایا جائے تو بہت کم لوگ اس کے زمرے میں آئیں گے اور کم ہی لوگ ہوں گے جو ایسی دعوت کو قبول کر کے اپنے مذہب سے بیزاری کا اعلان کریں گے، ایسے میں دنیا کو یہ باور کرانا بہت مشکل ہوگا کہ الحاد چونکہ عقل پر مبنی ہے لہٰذا اس کا دائرہ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے اور اب ہر عقلمند کو مذہب چھوڑ کر الحاد کی طرف آ جانا چاہیے، اس مشکل سے نجات کی راہ یہ نکالی گئی کہ الحاد کی تعریف میں تبدیلی کر دی جائے، پہلے کہا گیا تھا کہ یہ یقین رکھنا کہ خدا نہیں ہے ''Believing there is no God'' یہ الحاد ہے، پھر تعریف بدل کر یوں کر دی گئی کہ بے یقینی کی کیفیت Lack of belief کا نام الحاد ہے، یعنی خدا کے انکار سے شروع کیا جانے والا الحاد کا پروپیگنڈا اپنی ناکامی کے سبب مذہبیات میں کسی قسم کے ادنیٰ شبہ پر آ کر رکا، پہلے خدا کو نہ ماننا الحاد تھا اب مذہب کے کسی ایک مسئلے

میں شک پیدا ہونا بھی الحاد ٹھہرا، بالفاظ دیگر شروعات میں تو مطلقاً انکار خدا کا نام الحاد تھا مگر اب محض ضعف اعتقاد کو الحاد مان لیا گیا ہے۔

اس تبدیلی کا دوہرا فائدہ ہوا، ایک طرف تو ملحدین کی تعداد کے نام پر بڑے نمبر سامنے لانے میں سہولت ہوگئی جسے دکھا کر عام آدمی کو مرعوب کیا جا سکے اور دوسری طرف یہ حقیقت چھپانے میں بھی آسانی ہوگئی کہ الحاد اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود عام آدمی کو متاثر کرنے میں ناکام رہا ہے، اس ساری صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے فرینک لکھتے ہیں۔

If lacking a belief in God is the definition of "atheism" and not "there is no God"—then "atheism" is true even if God really exists. How is that reasonable? If not "theism", what word should we use for the belief that there is no God? [Stealing from God by Frank Turek]

''اگر محض خدا پر یقین میں کمزوری ہونا ہی الحاد ہے، خدا کے وجود کا انکار یہ الحاد کی تعریف نہیں تو ایسی صورت میں تو خدا کے وجود کو مان کر محض یقین ڈھلمل ہو جانے پر بھی الحاد کا اطلاق درست ہوگا اور یہ بات کس طرح معقول کہی جا سکتی ہے (کہ خدا کے وجود کو کسی قدر ارتیابیت کے ساتھ مان لینے والے کو بھی ملحد ہی کہہ دیا جائے)؟ اگر یقین میں کمزوری کا نام ہی الحاد ہے تو پھر ہم خدا کے انکار کو کیا نام دیں گے؟''۔

کیا یہ حقیقت نہیں؟ ایک شبہ کا جواب:

یہاں ایک شبہ ذہن میں آ سکتا ہے کہ پچھلی دو دہائیوں سے ایسے لوگوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے جو دین کے حوالے سے شک میں مبتلا ہیں، گذشتہ چند سالوں میں ایسے لوگوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے جو کھل کر اپنے ملحد ہونے کا اعلان کرتے ہیں، خود مسلمانوں میں بھی طارق فتح سے لے کر جاوید اختر اور ابن الوراق تک یعنی کہ برصغیر سے لے کر عرب دنیا تک؛ ہر جگہ ایسے لوگ سامنے آئے ہیں جو دین سے بیزاری کا اعلان کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے لہٰذا سرے سے الحاد کے بڑھتے ہوئے اثر کا انکار کر دینا حقیقت سے نظریں چرانے کے مترادف ہوگا، کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ کل کے مقابلے میں آج الحاد کے قدم ہمارے یہاں بھی زیادہ مضبوطی سے جمتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ نئی نسل کے مسلم نوجوانوں کی بڑی تعداد ذہنی طور پر الحاد کی طرف انجانے ہی میں سہی مگر مائل ضرور ہے؟۔

اس کے جواب میں ہم عرض کریں گے کہ ہمیں اس بات کا انکار نہیں کہ الحاد اپنے پاؤں پسار رہا ہے اور مسلم دنیا بھی اس سے محفوظ نہیں، ہم تو مذکورہ بالا سطور میں یہ باور کرا رہے ہیں کہ جس تیز رفتاری کا ڈھونگ رچا کر ملحدین اپنا قد بڑا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کی زمینی حقیقت عشر عشیر کے برابر بھی نہیں، رہی یہ بات کہ کل کے تناسب میں آج

ایسے الحاد زدہ افراد کی تعداد زیادہ ہے تو بلا شبہ یہ ایک حقیقت ہے اور اس کے اپنے اسباب ہیں، جن میں الحاد کے معقول ہونے، متبادل ہونے یا اطمینان بخش ہونے کا کوئی دخل نہیں۔

دراصل مسلم معاشرے میں ایک طبقے پر الحاد کا رنگ چڑھنے میں کئی ایک عناصر کار فرما ہیں جن کا محرک خارجی کم اور داخلی زیادہ ہے، یعنی ہماری نظریاتی ساخت کا جتنا نقصان الحاد کے داعی ''دانا دشمنوں'' نے نہیں کیا ہے اس سے کہیں زیادہ نقصان نام نہاد اسلام کے مدعی ''نادان دوستوں'' نے کیا ہے، خارجی محرکات تو تقریباً وہی ہیں جس کا شکار ہر مذہب کی نئی نسل ہو رہی ہے، یعنی فلموں، ڈراموں، ماہانہ فحش رسالوں، خواہش نفس کو بھڑکانے والے ناولوں اور دنیا بھر کے ابلاغی سسٹم کے ذریعے انڈیلا جا رہا وہ غلیظ فکری مواد جس کا دائرہ گھریلو انتشار پر مشتمل سیریلز سے لے کر عریاں فلموں تک پھیلا ہوا ہے، جہاں تک مسلم معاشرے میں بڑھتے ہوئے الحاد کے داخلی محرکات کا سوال ہے تو ان کو اسباب کی درج ذیل فہرست سے کسی حد تک سمجھا جا سکتا ہے۔

☆ اسلام کی حقیقی تعلیمات سے بے خبری، اس طور پر کہ علم دین سیکھنے کی عمر (6 سے 20 سال تک) ساری عصری تعلیم کے حصول میں گزر جاتی ہے اور دین کے نام پر وہ صرف دیکھ کر عربی زبان پڑھنا سیکھ لیتا ہے، آخر کار آدھی عمر کو پہنچنے کے باوجود وہ اپنی زندگی اور اپنے گرد کی کائنات سے متعلق اسلامی نظریات سے، اتنا ہی بے خبر ہوتا ہے جتنا کہ پیدائش کے وقت تھا۔

☆ دین کی تعلیم لاشعور کی عمر میں اجنبی زبان میں محض دیکھ کر پڑھنے حد تک حاصل کرنا اور جب شعور کی عمر میں زندگی جینے کا طریقہ سیکھنے کی باری آئے تو مانوس زبان میں شعوری طور پر الحاد کے لٹریچر کا سہارا لینا، اسلام سے ناواقف خالی ذہن چونکہ نفسانی خواہشات سے گھرا ہوتا ہے اور الحاد چونکہ ایسی خواہشات کی بے جا تکمیل کی بظاہر حسین راہ ہے، اس لئے وہ بہت جلد اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔

☆ علمائے اسلام سے دوری و تنفر۔ دین کی حقیقی تعلیمات سے ناواقف ہونے کے باوجود امید کی ایک کرن جو دین کے ساتھ قلبی لگاؤ کا ذریعہ ہوتی ہے وہ ہے دین جاننے والے لوگوں سے رابطہ، کم نصیبی سے آج کی نسل کا تعلق علمائے ربانیین کے ساتھ نا کے برابر رہ گیا ہے۔ دین سے جہالت کے سبب چند رسمی امور کو مکمل دین کا خلاصہ یا مقصد سمجھنا، مثلاً عبادات کو زندگی سے الگ کوئی مخصوص یا ماورا رسمی عمل جاننا، اسی طرح چند ثانوی، نفل یا مستحب درجے کے امور کو انجام دے کر دین کا حق ادا کر دینے کی سوچ کے ساتھ زندگی کے باقی تمام معاشی، معاشرتی، سیاسی و اخلاقی معاملات کو نجی زندگی کے طور پر یا موجودہ عالمی نظام کے مطابق گزارنے میں خوش رہنا بلکہ اس پر فخر محسوس کرنا۔

☆ دین کو نظام حیات اور اپنی زندگی کے ہر لمحہ کیلئے کارآمد نہ سمجھنا بلکہ یہود و ہنود کی طرح محض مسلمان دِکھنے کی کوشش کرنا۔

☆ جدیدیت کے لبادے میں پیش کیے جانے والے مخصوص قسم کے مسائل کو دین سمجھنا، یہ سبب خاص طور پر

مسلمانوں کے امیر طبقے سے متعلق ہے، وہ اپنی تمام تر ماڈرن مصروفیات اور بے لگام خواہشات پر دین کا لیبل لگ جانے ہی کو کامیابی سمجھتے ہیں اگرچہ بتانے والے نے اسلام کی روح اور اس کی اساس کے خلاف ہی راہ نکالی ہو۔

☆ جدید سائنسی تعلیم میں تھوڑا سا درک پیدا ہو جانے پر مادیت ہی کو سب کچھ سمجھ لینا اور روحانیت سے منہ موڑ لینا، پھر محض دنیاوی تعلیم کے باوجود اپنی ہمہ دانی کے زعم میں دین کے حوالے سے بے تکی رائے دینا۔

☆ دین کے علم سے بے خبر مولویوں اور دین پر عمل سے بے تعلق صوفیوں کا مسلم معاشرے پر غلبہ پا لینا، نتیجتاً ان کے متبعین کا اسلام کی حقیقی تعلیمات سے محروم رہتے ہوئے اپنی فکری ساخت کو جہالت کے نام کر دینا، یہی وجہ ہے کہ یوٹیوب پر بیٹھے چند سر پھرے نوجوان یا بے روزگار ایکٹوسٹ مذہبی رہنما کے طور پر مقبول ہوتے جا رہے ہیں۔

☆ اسلام کی طرف سے لازم کردہ معاشرتی ذمہ داریوں کو ادا نہ کرنا اور جب اس کا وبال سامنے آئے تو اپنا جرم چھپانے کیلئے اپنے دین یا اس کی نمائندگی کرنے والے علمائے ربانیین کو کوسنا۔

☆ بچوں کی اسلامی تربیت کا فقدان، والدین کا خود دین سے غافل و جاہل ہونا اور بچوں کی دینداری کیلئے بھی کوئی فکر نہ کرنا بلکہ انہیں ٹیلی ویژن یا موبائل کے حوالے کر کے اپنی نجی زندگی میں مصروف ہو جانا۔

☆ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے دینی تصور سے بے خبر ہو کر محض انسانیت نوازی یا ہیومن ازم کا راگ الاپنا، بالفاظ دیگر تمام تر برائیاں بحیثیت مسلمان کرنا اور سارے اچھے کام انسانیت کے نام پر کرنا یعنی بدی اسلام کے کھاتے میں اور نیکی ہیومن ازم کے کھاتے میں ڈالنا۔

اسباب کی اِس مختصر فہرست کو سامنے رکھ کر الحاد کا چور دروازہ بند کرنے کیلئے کچھ عملی اقدامات کئے جا سکتے ہیں، اہل اسلام کا ہر طبقہ اپنے طور پر اپنے اپنے حصے کا کام کرے تو بہت آسانی سے فتنہ الحاد کا مقابلہ بلکہ خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔

★......★......★

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

بہ فیضانِ نظر: ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

30 اپریل 2026ء
جمعرات بعد نماز مغرب

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

حضرت حافظ سید محمد کفیل بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب درسِ قرآن ہوتا ہے

الداعی: انتظامیہ مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061 4511961

حافظ محمد اسامہ پسروری

گمراہی سے نوجوانوں کی حفاظت کیسے ممکن ہے؟

میں نے جب سوشل میڈیا کی دنیا میں قدم رکھا تو مجھے یہ احساس ہوا کہ یہ صرف ایک تفریحی ذریعہ نہیں بلکہ ایک فکری میدان بھی ہے جہاں ہر نظریے، ہر مکتب فکر اور ہر قسم کی سوچ کا انسان موجود ہے۔ کوئی ویڈیو بنا رہا ہے تو کوئی پوسٹ لکھ رہا ہے۔ کوئی تبصرہ کر رہا ہے تو کوئی لائیو خطاب فرما رہا ہے۔ اس ہجوم میں حق بھی ہے اور باطل بھی۔ سچ بھی بولا جا رہا ہے اور جھوٹ بھی پھیلایا جا رہا ہے۔ ایسے میں ایک سوال میرے ذہن میں بار بار ابھرتا ہے کہ کیا آج کے نوجوان کو یہ کہا جا سکتا ہے کہ فلاں کی بات سنو اور فلاں کی نہ سنو؟ فلاں کتاب پڑھو اور فلاں کتاب سے دور رہو؟ میرا مشاہدہ کہتا ہے کہ یہ اب ممکن نہیں رہا۔ یہ پابندیاں شاید اس وقت ممکن تھیں جب علم صرف مخصوص حلقوں تک محدود تھا۔ جب کسی ایک مولوی، ایک پیر یا ایک ادارے کی سرپرستی میں ذہن پروان چڑھتا تھا۔ لیکن آج کے دور میں علم کی فراہمی ہر ایک کی جیب میں موجود موبائل سے بآسانی ہو رہی ہے۔ یوٹیوب، فیس بک، انسٹا گرام، ٹک ٹاک اور درجنوں دوسرے پلیٹ فارمز نے دنیا کو ایک کھلا مکتب بنا دیا ہے۔ یہاں کسی کو صرف اپنے عقیدے تک محدود رکھنا یا مخصوص افکار کے دائرے میں قید کرنا کلی طور پر ناممکن ہوتا ہے۔ اب ہر فرد کے لیے یہ ممکن اور آسان ہے کہ وہ سنی افکار کو بھی جانے، شیعوں کو بھی سمجھے، دیوبندیوں کو بھی پڑھے، بریلویوں کو بھی دیکھے، سلفیوں کو بھی سنے اور اہل حدیث کو بھی ٹٹولے۔ میں نے کئی ایسے نوجوان دیکھے ہیں جو ایک دن کسی ایک فرقے کی مجلس میں بیٹھے ہوتے ہیں اور دوسرے دن مخالف مکتب کی کتاب پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ ان کا تجسس ان کی راہنمائی کرتا ہے اور انٹرنیٹ ان کی رہنمائی کے تمام راستے کھول دیتا ہے۔ ان کے سامنے سب کچھ کھلا ہے۔ ایسے میں سوال یہ ہے کہ اب ان نوجوانوں کو گمراہ ہونے سے کیسے بچایا جائے؟ کیا پابندیوں سے؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ آج کے نوجوان پر بندش نہیں لگائی جا سکتی۔ البتہ انھیں شعور دیا جا سکتا ہے۔ اب ہمیں انہیں بتانا ہوگا کہ تمھیں سننے، پڑھنے اور دیکھنے کی مکمل آزادی ہے مگر یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ کس کی بات درست ہے اور کس کی بات میں فریب ہے۔ یہ تمیز صرف اس وقت ممکن ہے جب ہم انہیں تنقیدی سوچ، تجزیاتی ذہن اور تحقیقی نظر دیں گے۔ علماء اساتذہ، والدین اور فکری رہنماؤں پر یہ بھاری ذمہ داری ہے کہ وہ نوجوان نسل کو حق اور باطل میں تمیز کی تربیت دیں۔ اب صرف ایک ہی نقطہ نظر دیکھانا کافی نہیں رہا بلکہ مختلف

زاویے دکھا کر یہ سکھانا ہوگا کہ کیسے سچ کو جھوٹ سے الگ کیا جائے۔ کیسے دلیل کو جذبات سے پرکھا جائے اور کیسے کسی کی بات کو آنکھ بند کر کے قبول کرنے کی بجائے تحقیق کی بنیاد پر سمجھا جائے۔ میرے نزدیک آج کے دور کا سب سے بڑا ہتھیار علم ہے اور علم کا سب سے بڑا محافظ شعور ہے۔ کئی بار میں نے خود بھی محسوس کیا ہے کہ جب کوئی نوجوان کسی معروف عالم دین یا اسکالر کی ویڈیو دیکھتا ہے اور اس کے دل میں سوالات پیدا ہوتے ہیں تو اکثر والدین اساتذہ فوراً منع کر دیتے ہیں کہ یہ نہ دیکھو۔ یہ گمراہ ہے۔ مگر نوجوان کے ذہن میں وہ سوال موجود رہتا ہے۔ وہ کسی اور وقت میں جا کر وہی ویڈیو دوبارہ دیکھتا ہے۔ چھپ کر اور بغیر راہنمائی کے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ بات اس پر اثر کر جاتی ہے اور وہ پیچیدہ معاملات میں اپنی تشریح خود کرنے لگ جاتا ہے جو اکثر غلط بھی ہو سکتی ہے۔ اگر ہم اسے پہلے ہی سکھا دیں کہ جب بھی کوئی نئی بات سنو تو تحقیق کرو۔ قرآن سے موازنہ کرو۔ احادیث کی روشنی میں دیکھو اور سچے علماء سے مشورہ کرو تو وہ خود ہی راہ راست پا سکتا ہے۔ میری رائے میں ہمیں تعصبات سے نکل کر ایک نئی نسل تیار کرنا ہوگی۔ ایسی نسل جو صرف سنی یا شیعہ نہ ہو۔ صرف دیوبندی یا بریلوی نہ ہو بلکہ ایک باادب اور باشعور مسلمان ہو۔ جو قرآن کا قاری ہو۔ حدیث کا طالب ہو۔ عقل کا مسافر ہو اور تحقیق کا عاشق ہو۔ جو ہر بات کو دل سے نہیں بلکہ دماغ سے پرکھے۔ جو یہ سمجھے کہ سوال کرنا گمراہی نہیں بلکہ راہ ہدایت کا دروازہ ہے۔ اور جو سچ کو پہچاننے کے بعد اس کا دامن نہ چھوڑے۔ لائحہ عمل یہی ہے کہ ہم نصاب میں تنقیدی مطالعے کو بھی شامل کریں۔ تعلیمی اداروں میں مکالمے کی ثقافت پیدا کریں۔ گھروں میں بچوں کو سوال کرنے کی اجازت دیں۔ مساجد اور مدارس میں صرف عقائد نہ پڑھائے جائیں بلکہ مکاتب فکر کے تقابلی مطالعے بھی کروائے جائیں۔ علماء کو چاہیے کہ وہ اپنے خطابات میں دوسرے مکاتب فکر کے خلاف نفرت پھیلانے کے بجائے مشترکات پر گفتگو کریں اور نوجوانوں کے سوالات کو کھلے دل سے قبول کریں۔ آخر میں بس اتنا کہوں گا کہ سوشل میڈیا ایک تیز دھار تلوار ہے۔ یہ اگر باشعور ہاتھ میں ہو تو گمراہی کا مجسمہ کاٹتا ہے اور اگر ناسمجھ کے ہاتھ لگ جائے تو گمراہیوں کے کھڈے کھودتا ہے۔ ہمیں نوجوانوں کے ہاتھ میں تلوار کے ساتھ ساتھ عقل فہم علم اور تحقیق کی ڈھال تھمائی ہے۔ یہی وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔

★......★......★

میاں منیر احمد

نیٹ میٹرنگ سے نیٹ بلنگ تک

کیا شمسی انقلاب کو روکا جا رہا ہے؟

بجلی کی بڑھتی قیمتیں، گردشی قرضہ اور پالیسی تضادات... کیا سولر صارفین کو نظام کی ناکامیوں کا ذمہ دار ٹھہرایا جا رہا ہے؟

پاور ڈویژن نے مستقبل میں سبسڈی سے متعلق نیا منصوبہ تیار کر لیا ہے، جس کے تحت آئندہ صارفین سے بجلی اور گیس کی مکمل قیمت وصول کی جائے گی۔ صرف مستحق بجلی صارفین کو بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام (BISP) کے تحت سبسڈی دی جائے گی۔ اس مقصد کے لیے پاور ڈویژن نے بی آئی ایس پی کے ساتھ مل کر مستحقین کا ڈیٹا اکٹھا کرنا شروع کر دیا ہے۔ مستحق صارفین کو صرف بجٹ میں مختص شدہ سبسڈی دی جائے گی۔

گیس کے شعبے میں بھی کراس سبسڈی ختم کرنے کی تجویز زیرِ غور ہے۔ اس وقت گیس کے شعبے میں تقریباً 225 ارب روپے کی کراس سبسڈی موجود ہے، جسے آئندہ بجٹ میں ایڈجسٹ کیے جانے کا امکان ہے۔

پاکستان اور آئی ایم ایف کے درمیان تیسرے اقتصادی جائزے کے مذاکرات کے لیے عالمی مالیاتی ادارے کا وفد 25 فروری کو پاکستان کا دورہ کرے گا اور تقریباً دو ہفتے قیام کرے گا۔ آئی ایم ایف وفد معاشی کارکردگی اور مقررہ اہداف میں پیش رفت کا جائزہ لے گا۔

دوسری جانب نیپرا نے ترمیم شدہ نیٹ میٹرنگ ریگولیشنز پر شراکت داروں سے ایک ماہ کے اندر رائے طلب کر لی ہے۔ اعلان کیا گیا ہے کہ پرانے نیٹ میٹرنگ صارفین کے ریٹ اور معاہدوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ ان کا سات سالہ معاہدہ اور بائی بیک ریٹ برقرار رہے گا۔ تاہم نئے صارفین پر نئے ریگولیشنز اور نیٹ بلنگ سسٹم کا اطلاق ہوگا۔ نئے صارفین کے لیے پانچ سالہ معاہدہ اور بائی بیک ریٹ نیشنل اوسط ٹیرف کے مطابق ہوگا۔ نیپرا کا مؤقف ہے کہ اس اقدام کا مقصد شمسی توانائی کے بے ہنگم پھیلاؤ کو منظم کرنا اور قومی گرڈ کو مالی دباؤ سے بچانا ہے۔

ایک حالیہ عوامی سماعت میں بعض آزاد اسٹیک ہولڈرز کی آراء کو خاطر میں لائے بغیر اس بات پر زور دیا گیا کہ نجی شمسی توانائی کے بڑھتے استعمال اور بجلی کی طلب میں کمی سے ڈسٹری بیوشن کمپنیوں کی آمدنی متاثر ہوئی ہے، جس

کے مالی اثرات گرڈ سے منسلک صارفین پر منتقل کرنا ناگزیر ہو گیا ہے۔

بنیادی سوال یہ ہے کہ شمسی صارفین کو اُس بجلی کی ادائیگی کس شرح پر کی جائے جو وہ گرڈ کو فراہم کرتے ہیں؟ موجودہ پالیسی کے تحت اگر کوئی صارف جتنے یونٹس برآمد کرتا ہے، اتنے ہی درآمد کرے، تب بھی اسے بل ادا کرنا پڑے گا کیونکہ گرڈ اس کی بجلی کم قیمت پر خریدتا اور زیادہ قیمت پر فروخت کرتا ہے۔ اس سے سولر صارفین کی مالی بچت کم ہو جاتی ہے۔

وزیراعظم نے بھی نیپرا کے فیصلے کا نوٹس لیا ہے۔ درحقیقت یہ ایک وسیع سرکاری بیانیے کا حصہ معلوم ہوتا ہے جس میں سولرائزیشن کو قومی گرڈ کے لیے خطرہ قرار دیا جا رہا ہے۔ یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ سولر صارفین ایک مراعات یافتہ طبقہ ہیں جو نظام سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور مالی بوجھ باقی صارفین پر ڈال رہے ہیں۔ حالانکہ ہر نیٹ میٹرڈ صارف کا تعلق کسی مراعات یافتہ طبقے سے نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ شمسی توانائی استعمال کرنے والے صارفین قومی بجلی کے نظام کا تقریباً ایک فیصد ہیں۔ نظام اور ساخت کی خامیاں انہیں سزا دینے سے دور نہیں ہوں گی۔ شمسی پینلز پر عائد ٹیکس اور نئے ضوابط کو یکجا دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ شمسی توانائی کی رفتار کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

تقریباً دس برس قبل بجلی کی قیمت 20 روپے فی یونٹ کے قریب تھی، جو آج 60 سے 70 روپے فی یونٹ تک جا پہنچی ہے۔ مہنگائی کے اس سونامی سے بچنے کے لیے لاکھوں صارفین نے اپنی چھتوں پر سولر سسٹم نصب کیے۔ گھریلو صارفین نے اوسطاً 15 لاکھ روپے جبکہ صنعتی صارفین نے 50 لاکھ سے 2 کروڑ روپے تک سرمایہ کاری کی۔

2005ء کے بعد گردشی قرضے میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ 2007ء میں یہ تقریباً 30 ارب روپے تھا، جو 2024ء تک بڑھ کر 2 ٹریلین روپے سے تجاوز کر چکا ہے۔ 2014ء سے صارفین اپنے بلوں میں سرکلر ڈیٹ پر سود کی ادائیگی بھی کر رہے ہیں۔ 2016ء میں سی پیک سیکیورٹی فورس کے اخراجات کو بھی 'پاس تھرو آئٹم' کے طور پر صارفین کے بلوں میں شامل کیا گیا۔ 2023ء میں نیٹ میٹرنگ کی آمدنی پر ود ہولڈنگ ٹیکس بھی عائد کر دیا گیا۔ برسوں کے دوران متعدد اخراجات بجلی کے بلوں میں شامل کیے گئے، جن میں سے کئی ایسے ہیں جو صارف کو واضح طور پر نظر بھی نہیں آتے، مگر وہ بل کے متغیر چارجز میں شامل ہوتے ہیں۔ اس طرح نظام بیوروکریسی کے بوجھ تلے دب کر مالی طور پر کمزور ہوتا گیا۔

پاکستان میں صنعتی صارفین کے لیے بجلی کی اوسط لاگت 13 سے 16 امریکی سینٹ فی یونٹ تک پہنچ چکی ہے، جو عالمی مسابقت کے تناظر میں تشویش ناک ہے۔

محتاط اندازے کے مطابق پاکستان اس وقت اپنی تقریباً 25 فیصد بجلی کی ضروریات سولر توانائی سے پوری کر رہا

ہے۔ گزشتہ برسوں میں تقریباً 50 گیگاواٹ کے سولر پینل درآمد کیے گئے، جبکہ اندازاً 14 ہزار میگاواٹ بجلی شمسی ذرائع سے پیدا کی جا رہی ہے۔

اب نیپرا کی نئی نیٹ بلنگ پالیسی نے صارفین میں تشویش کی لہر دوڑا دی ہے۔ نئی پالیسی کے تحت لاکھوں روپے کی سرمایہ کاری کرنے والے صارفین کی متوقع بچت نمایاں طور پر کم ہو جائے گی۔

بجلی کے بحران، اور نیٹ میٹرنگ سے نیٹ بلنگ کی تبدیلی کو محض ایک ریگولیٹری مسئلہ سمجھنا سادہ لوحی ہوگی۔ اصل مسئلہ ماضی کی توانائی پالیسیوں میں پیوست ہے، ان پالیسیوں میں قومی مفاد کے بجائے وقتی سیاسی ضرورتوں اور طاقت وروں کے مفادات کو ترجیح دی گئی۔ جب تک اسٹرکچرل اصلاحات نہیں کی جاتیں، توانائی کے شعبے کا بحران برقرار رہنے کا خدشہ رہے گا۔ (فرائیڈے اسپیشل 20 تا 26 فروری 2026ء)

★......★......★

ارشادِ گرامی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ
(مسند نشین ثانی خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور)

فرمایا: ''چودھری (افضل حق) صاحب (مشہور حریت پسند احراری رہنما) خوب آدمی تھے۔ سنا ہے کہ ایثار کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ جب ممبر اسمبلی تھے تو روپیہ اَوروں (دوسروں) پر خرچ کر دیتے (تھے)، خود مکئی کی روٹی اور چٹنی وغیرہ پر گزر کر لیتے۔

ایک عجیب بات ہے۔ اللہ کے دین کا کیا کہیے۔ کشمیر کی تحریک میں (چودھری صاحب) مرحوم سے کوئی اخلاص کا کام ہو گیا ہوگا۔ اخلاص کی برکت سے ان پر ایسے انوار طاری ہو گئے تھے کہ بڑے ذاکر و شاغل لوگوں پر ہوا کرتے ہیں۔ اور ایسی کیفیتیں طاری ہونے لگی تھیں جو بڑی مبارک ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ عملوں کو نہیں، بلکہ دلوں کو دیکھتا ہے۔ اگر دل اس کی طرف متوجہ نہ ہو تو نماز جیسے خالص عبادت کے کام بھی بے حقیقت ہوتے ہیں۔ اور خلوص اور للّٰہیت اور خدا کی طرف توجہ ہو تو ایسے کام بھی جو عام ہیں، مباح ہیں، بلکہ جن میں خواہ اجتہادی غلطی بھی ہو وہ بھی بڑے مفید بن جاتے ہیں۔''

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 98,99 طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور)

(مجلس 5/ذی الحجہ 1365ھ/ 31 اکتوبر 1946ء بروز جمعرات، رائے پور)

محمد بن احمد الفاسی/مترجم: ڈاکٹر ضیاء الحق قمر (قسط نمبر:13)

الجواهر السنية فى السيرة النبوية

رسول اللہ ﷺ کی اولاد کا بیان

آپ کے ایک صاحبزادے حضرت قاسم تھے جن کی پیدائش آپ کے اعلان نبوت سے پہلے ہوئی، ان کی وفات دو برس کی عمر میں ہوئی۔ ان کی وفات کے حوالے سے اور بھی اقوال ہیں، مسند فریابی کے مطابق ان کی وفات بعد از بعثت ہوئی۔

پھر سیدہ زینبؓ ہیں، کلبی کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی پہلوٹی کی اولاد ہیں، سراج کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک تیس برس کی تھی تب ان کی پیدائش ہوئی اور انہوں نے سن آٹھ ہجری میں اپنے خاوند ابو العاصؓ، جو ان کے چچا کے بیٹے بھی ہیں، کے ہاں وفات پائی۔

پھر سیدہ رقیہؓ ہیں، جو حضرت عثمان بن عفانؓ کے نکاح میں تھیں اور ان ہی کے ہاں ان کی وفات ہوئی، تب رسول اللہ ﷺ میدان بدر میں تھے۔ یعقوب بن سفیان الفسوی کی کتاب ''التفرد''میں اس سے مختلف بیان ہے اور وہ محل نظر ہے۔

پھر سیدہ فاطمہؓ ہیں ان کی کنیت ''ام ابیہا'' ہے، ان کی ولادت کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اکتالیس برس تھی، ان کی شادی حضرت علی بن ابی طالبؓ سے پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ کی عمر میں ہوئی۔ ابن الجوزی کہتے ہیں کہ ان کی پیدائش اعلان نبوت سے پانچ برس قبل اس وقت ہوئی جب کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی اور ان کی وفات رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے چھ ماہ بعد ہوئی، اور اس کے علاوہ ان کی عمر کے متعلق اور اقوال بھی ہیں۔

حضرت فاطمہؓ نے انتیس برس کی عمر میں وفات پائی، ان کی عمر کے حوالے سے اور بھی اقوال ہیں۔

پھر سیدہ ام کلثومؓ ہیں جو حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد جمادی الثانی سن تین ہجری میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں، ان کی وفات شعبان سن نو ہجری میں ہوئی۔

پھر حضرت عبداللہؓ ہیں انہیں طیب وطاہر بھی کہا جاتا ہے، ان کا انتقال مکہ مکرمہ میں قبل از ہجرت ہوا۔

قاضی بن وائل کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد نرینہ خالق کے حضور پیش ہوئی تو مشرکین مکہ آپ کو ابتر کہنے لگے اس وقت حق تعالیٰ شانہ نے ''ان شانئک هو الابتر'' نازل فرمائی۔

پھر حضرت ابراہیم سلام اللہ علیہ ہیں جو ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش ذی الحج سن آٹھ ہجری میں ہوئی، انہوں نے دو ماہ دس دن کی عمر میں وفات پائی۔ ان کی عمر کے متعلق اور بھی اقوال ہیں۔

آپؐ کے چچاؤں اور پھوپھیوں کا بیان

آپؐ کے چچاؤں میں حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ یہ دونوں مشرف با سلام ہوئے، ان کے علاوہ حارث، ابو طالب، عبدالکعبہ اور المقوم ہیں کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی کے نام ہیں۔ اور حجل ہیں ان کا نام مغیرہ ہے اور الغیداق ہیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حجل اور الغیداق ایک ہی ہیں، ایک قثم ہیں، اور آپ کے چچاؤں میں سے جس کا ذکر اکثر مصنفین نے چھوڑا وہ ضرار ہیں، اور ابولہب جس کا نام عبدالعزیٰ تھا اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اس کی کنیت ابولہب پڑی، یہ بعد میں نامراد ہوا۔

اور آپ کی پھوپھیوں میں حضرت صفیہ، عاتکہ اور اروی اسلام لائیں اور اس ضمن میں سوائے حضرت صفیہ کے باقی کے قبول اسلام میں اختلاف ہے، ان کے علاوہ امیمہ، برہ اور ام حکیم البیضاء ہیں۔

آپ کی ازواج مطہرات کا بیان

یہاں پہلے ان ازواج کا ذکر کیا جاتا ہے جو رخصتی کے بعد آپ کے حرم میں تشریف لائیں، ان میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا ہیں، پھر حضرت سودہ بنت زمعہ سلام اللہ علیہا ہیں، ان کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا اور حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب سلام اللہ علیہا کو یہ سعادت ملی، ان کے بعد حضرت زینب بنت خزیمہ سلام اللہ علیہا پھر حضرت ام سلمہ سلام اللہ علیہا آپ کے حرم میں آئیں، پھر ان خوش نصیبوں میں حضرت زینب بنت جحش سلام اللہ علیہا اور حضرت جویریہ بنت الحارث سلام اللہ علیہا ہیں، پھر حضرت ریحانہ القرضیہ سلام اللہ علیہا آتی ہیں، ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ آپ کی باندی تھیں، ان کے بعد ان خوش بختوں میں حضرت صفیہ بنت حُیی سلام اللہ علیہا اور حضرت میمونہ الہلالیہ سلام اللہ علیہا ہیں۔ بعض سیرت نگاروں کی آراء اس ترتیب کے بارے میں مختلف ہیں۔

الفاسی کہتے ہیں کہ میں نے مغلطائی کی کتاب سیرت میں رسول اللہ ﷺ کے زوجہ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے نکاح کا ذکر نہیں دیکھا، ممکن ہے جو نسخہ میں نے دیکھا ہو اس میں ان کا ذکر رہ گیا ہو کیونکہ ان کا آپ کی زوجہ مطہرہ ہونے میں سب کا اتفاق ہے۔

آپ کی ان ازواج میں سے جن کی رخصتی کی نوبت نہیں آئی ابوعبیدہ معمر بن المثنیٰ کے مطابق ایک فاطمہ بنت شریح ہیں اور انہوں نے کہا کہ یہ وہ ہیں جنہوں نے خود کو آپ کے لیے ھبہ کیا، جبکہ شیخ زین الدین العراقی کہتے ہیں کہ انہوں نے کتب صحابہ میں ان کا ذکر نہیں پایا، ان کا کہنا ہے ممکن ہے یہ وہ خاتون ہوں جس نے آپ سے پناہ چاہی، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ خاتون ضحاک کی بیٹی تھی اور اسے طلاق ہو گئی تھی۔ واللہ اعلم

اور وہ خواتین جن سے آپ نے عقد کیا یا پیام نکاح بھیجا لیکن ان کی رخصتی عمل میں نہیں آئی ان کی تعداد پینتیس ہے۔ ان میں سے ایک ملیکہ بنت کعب بھی ہیں، واقدی کہتے ہیں کہ ان کی رخصتی بھی ہوئی اور وہ آپ کے یہاں

رمضان سن آٹھ ہجری میں فوت ہوئیں۔ الفاسی کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ العراقی کے مطابق ایسی خواتین کی تعداد تیس ہے، بہر حال ان کی تعداد کے بارے مختلف آراء ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے خدام کا بیان

آپ کے مرد خدام کی تعداد ستائیس یا اٹھائیس تھی اور گیارہ خادمات تھیں۔

مرد خدام میں سے حضرت انس بن مالک انصاریؓ، حضرت ربیعہ بن کعبؓ یہ آپ کے لیے وضو کے پانی کا اہتمام کیا کرتے تھے، حضرت ابومسعود یہ آپ کے کفش بردار تھے، حضرت عقبہ بن عامرؓ یہ آپ کا خچر لے کر چلتے تھے، حضرت بلالؓ یہ حضرت ابوبکرؓ کے آزاد کردہ غلام تھے، حضرت ابوذر الغفاریؓ اور حضرت ایمن بن ام ایمن

اور خواتین خدمت گاروں میں سے حضرت برکہ ام ایمن ہیں، شیخ العراقی کہتے ہیں کہ آپ کی خواتین خدام میں سے پانچ کا ذکر آپ کے موالی میں بھی کیا جاتا ہے۔

آپ کے غلاموں کا بیان

آپ کے چھتیس غلام تھے، جن میں حضرت اسامہ بن زیدؓ اور ان کے والد حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت ثوبانؓ، حضرت شقرانؓ، حضرت ابورافع قبطی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں، جو آپ کے سامان کے نگران تھے، اسی طرح حضرت کرکرہ، حضرت سفینہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم اجمعین بھی ہیں۔

آپ کی باندیوں کا بیان

آپ کی دس باندیاں تھیں جن میں سے حضرت ربیحہ ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہی ریحانہ السریہ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی سواریوں: گھوڑے، خچر، گدھے، اونٹ اور بھیڑوں کا بیان

آپ کے پاس تئیس گھوڑے، چھ خچر تھے، ان میں سے ایک خچر کسریٰ نے آپ کی خدمت میں ھدیہ بھیجا تھا اور تین گدھے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی تعداد دو تھی،

اونٹ بارہ تھے۔ ایک قول چودہ کا بھی ہے، آپ کی بھیڑیں جن کے نام معروف ہیں، دس تھیں، اور ابن حبان کہتے ہیں کہ آپ کے پاس سو بکریاں بھی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کے اسلحے کا بیان

آپ کے پاس چار نیزے، چھ قسی لباس اور تین ڈھالیں تھیں جبکہ نو تلواریں تھیں اور ایک قول آٹھ تلواروں کا بھی ہے جبکہ آپ کی زرہوں کی تعداد چھ تھی، شیخ زین الدین العراقی نے سات زرہوں اور پانچ قسی لباس کا ذکر کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس ان کے علاوہ اور اسلحہ، لباس اور اسباب بھی تھے جن کا بیان مغلطائی کی سیرت میں ہوا ہے۔ (جاری ہے)

ابومروان معاویہ واجد علی ہاشمی

سید الشہداء سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ

نام ونسب

حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی

حمزہ نام، ابویعلیٰ اور ابو عمارہ کنیت، اسد اللہ اور سید الشہداء لقب ہے۔ یعلیٰ اور عمارہ دونوں ان کے صاحبزادے تھے۔ ایک فرزند عامر تھے جو لاولد تھے۔ یعلی اور عامر کی والدہ دختر الملت بن مالک بن عبادہ جو قبیلہ اوس کے انصار میں سے تھی جن کی وجہ سے حضرت حمزہؓ کی کنیت ابویعلی تھی۔ امامہ بنت حمزہؓ آپ کی صاحبزادی تھی ان کی والدہ سلمہ بنت عمیس، سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی بہن تھی۔ یہ امامہ وہی ہے کہ جن کی پرورش کے بارے میں حضرت علی، جعفر اور زید بن حارثہ رضی اللہ تعالی عنہم نے جھگڑا کیا تھا۔ ان میں سے ہر شخص چاہتا تھا کہ وہ اس کے پاس رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ کیا۔ اس لیے کہ ان کی خالہ اسماء بنت عمیس ان کے پاس تھیں۔ سیدہ امامہ کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ بن ابی سلمی بن عبد الاسد مخزومی سے کر دیا۔

یعلی بن حمزہ کی اولاد

عمارہ، فضل، زبیر، عقیل اور محمد یعلیٰ بن حمزہ کے لڑکے تھے جو لاولد تھے۔ سیدنا حمزہ بن عبد المطلب کے بیٹے باقی رہے اور نہ پوتے۔ (طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ 168)

والدہ کا نام اور خاندان

ان کی والدہ ھالہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ تھیں۔ وہ حضرت آمنہ بنت وہب والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد بہن تھیں۔ سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب کہ سگے بھائی تھے۔ اس نسبی تعلق کے علاوہ حضرت حمزہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے یعنی ابولہب کی لونڈی حضرت ثویبہ نے دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برس بڑے تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چار برس مگر پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔ شمشیر زنی، تیراندازی اور پہلوانی کا بچپن ہی سے شوق تھا۔ سیر و شکار سے بھی غیر معمولی دلچسپی تھی۔ چنانچہ زندگی کا بڑا حصہ اسی مشغلہ میں بسر ہوا (اسد الغابہ جلد سوم صفحہ 603)

قبول اسلام

بعثت کے دوسرے سال آپ اسلام لے آئے۔ ان کے اسلام کا سبب یہ بنا کہ ایک روز ابوجہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور اس نے آپ کو تکلیف دی اور آپ کو گالیاں دیں اور اس قسم کے معائب آپ میں بیان کیے جو

دیانت کے خلاف ہوں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بات نہیں کی۔ایک لونڈی اپنے مکان میں کوہِ صفا پر اس کو سن رہی تھی، بعداس کے ابو جہل لوٹ گیا اور قریش کی مجلس میں کعبے کے پاس جا کر بیٹھ گیا،تھوڑی دیر میں حضرت حمزہ بھی اپنی کمان لیے ہوئے شکار سے واپس آرہے تھے،اس لونڈی نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا کہ اے ابوعمارہ ! کاش تم اپنے بھتیجے محمد کی مصیبت کو دیکھتے جوان کو ابھی ابوالحکم (ابوجہل) سے پہنچی،ابوجہل نے ان کو اسی مقام پر پایا اور انہیں ستایا اور انہیں گالیاں دیں اور بہت نامناسب باتیں کیں۔حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کو بہت غصہ آ گیا اور جب مسجد میں پہنچے تو ابوجہل کو دیکھا کہ لوگوں کے پاس بیٹھا ہوا ہے پس وہ اس کی طرف گئے اور اسے کمان ماری اور بہت زخمی کردیا۔قریش کے خاندان بنی مخزوم سے کچھ لوگ ابوجہل کی حمایت کے لیے کھڑے ہوئے،انہوں نے کہا کہ اے حمزہ،ہم سمجھتے ہیں کہ تم بے دین ہوگئے ہو؟ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ مجھے ان کی سچائی معلوم ہوگئی ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں حق ہے۔خدا کی قسم میں اسے نہ چھوڑوں گا۔تم لوگ مجھے روک لو اگر تم سچے ہو۔آپ جب ایمان لائے تو قریش نے سمجھ لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت اب بڑھ گئی ہے اور وہ محفوظ ہو گئے ہیں۔اب سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ ان کی طرف طاری کریں گے پس وہ اپنی بعض حرکات سے باز آ گئے۔

مواخات

مکہ کی مواخات میں حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب غلام حضرت زید بن حارثہؓ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلامی بھائی قرار پائے۔ان کو حضرت زیدؓ سے اس قدر محبت ہوگئی تھی کہ جب غزوات میں تشریف لے جاتے تو ان ہی کو ہر قسم کی وصیت کر جاتے تھے۔

اسلام کے پہلے علم دار

سب سے پہلے جھنڈا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے لیے تھا۔

ہجرت

بعثت کے تیرہویں سال تمام صحابہ کرامؓ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے جہاں ان کو زورِ بازو اور خداداد صلاحیتوں کے جوہر دکھانے کا نہایت اچھا موقع ہاتھ آیا۔

غزوات

اسی سال ماہ صفر میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلی دفعہ تقریباً 60 صحابہ کرامؓ کے ساتھ قریش کی نقل وحرکت میں سد راہ ہونے کے لیے فوج کشی فرمائی۔حضرت حمزہؓ علمبردار تھے اور تمام فوج کی کمان ان کے ہاتھ میں تھی،لیکن قریش کا قافلہ آگے بڑھ چکا تھا،اس لیے لڑائی کی نوبت نہ آئی۔

اسی طرح سن دو ہجری میں غزوہ عشیرہ پیش آیا،اس میں بھی علمبرداری حضرت امیر حمزہؓ کے حصے میں آئی۔

غزوہ بدر

اسی سال بدر کا مشہور واقعہ پیش آیا صف آرائی کے بعد عتبہ، شیبہ اور ولید نے کفار کی طرف سے نکل کر مبارز طلبی کی، حضرت حمزہؓ نے پہلے ہی وار میں عتبہ کو واصل جہنم کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے حریف پر غالب آئے لیکن ابوعبیدہ اور ولید میں کشمکش جاری رہی، زخمی ہوئے۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے اس پر جھپٹ کر حملہ کیا اور اس کو تہ تیغ کر دیا۔ یہ دیکھ کر طعیمہ بن عدی جوش میں آگے بڑھا لیکن حضرت علیؓ نے ایک ہی بار میں اس کو ڈھیر کر دیا۔ نہایت گھمسان کا رن پڑا۔ اسداللہ حمزہؓ کے دستار پر شتر مرغ کی کلغی تھی، اس لیے جس طرف گھس جاتے صاف نظر آتے۔ دونوں ہاتھ میں تلوار تھی اور مردانہ وار دودستی حملوں سے لڑ رہے تھے۔ غرض تھوڑی ہی دیر میں دشمن قیدی اور مال غنیمت چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا تو بعض قیدیوں نے پوچھا کہ یہ کلغی لگائے کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ حضرت حمزہؓ۔ بولے کہ آج ہم کو سب سے زیادہ نقصان اسی نے پہنچایا۔ (اسدالغابہ، تذکرہ حمزہ)

غزوہ بنی قینقاع

اس یہودی قبیلے کی عہد شکنی کے باعث ماہ شوال میں ان پر فوج کشی کی گئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس معرکے میں بھی علمبرداری کے منصب پر مامور تھے۔ (طبقات ابن سعد حصہ مغازی صفحہ 19)

غزوہ احد

بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لیے مشرکین مکہ سنہ 3 ھ میں ایک مرتبہ پھر مدینہ کی طرف بڑھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جان نثاروں کے ساتھ نکل کر کوہ احد کے دامن میں ان کو روکا۔ سات شوال ہفتے کے دن لڑائی شروع ہوئی۔ گھمسان کا رن پڑا۔ اس دن حضرت حمزہؓ نے اکتیس کافروں کو واصل جہنم کیا۔ (اسدالغابہ، تذکرہ حمزہ)

شہادت

حضرت امیر حمزہؓ نے چونکہ جنگ بدر میں چن چن کر قریش کو قتل کیا تھا اس لیے تمام مشرکینِ قریش سب سے زیادہ ان کے خون کے پیاسے تھے۔ چنانچہ جبیر بن مطعم نے ایک غلام کو جس کا نام ''وحشی'' تھا، اپنے چچا طعیمہ بن عدی کے انتقام پر خاص طور سے تیار کیا تھا۔ اور اس کے بدلہ میں اسے آزادی کا لالچ دیا تھا۔ غرض وہ جنگ احد کے موقع پر ایک چٹان کے پیچھے گھات میں بیٹھا حضرت حمزہ کا انتظار کر رہا تھا۔ جب حضرت حمزہؓ اس کے قریب سے گزرے تو اس نے اچانک زور سے اپنا نیزہ مارا جس سے آپ شہید ہوئے۔ بنوامیہ کے بارے میں تاریخ میں جہاں اور بہت سی غلط روایات منسوب کی گئی ہیں وہاں سیدہ ہند کے بارے سیدنا حمزہؓ کے کلیجہ چبانے کی روایت بھی گھڑی گئی۔

سیدہ ہند کے بارے کلیجہ چبانے والی روایت کی حقیقت

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کی جلد دوم باب قتل حمزہ صفحہ 576 حدیث نمبر 4072 میں حضرت حمزہؓ کی

شہادت کا پورا قصہ وحشی بن حرب سے نقل کیا ہے۔ یہ ایک طویل حدیث ہے لیکن اس کو مختصر کر کے یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری کا بیان ہے کہ میں نے عبید اللہ بن عدی بن خیار کے ساتھ سفر کیا۔ جب ہم حمص پہنچے تو عبید اللہ نے مجھ سے کہا کہ ہم حضرت وحشی کے پاس جا کر کیا شہادت حمزہؓ کا حال دریافت نہ کریں؟ میں نے کہا کہ ہاں اور حضرت وحشی ان دنوں حمص میں اقامت پذیر تھے۔ ہم نے ان کے متعلق لوگوں سے دریافت کیا تو ہمیں بتایا گیا کہ وہ اپنی دیوار کے سائے میں اس طرح بیٹھے ہوئے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ہم حضرت وحشی کے پاس جا پہنچے بس ہم نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ عبید اللہ نے اپنے عمامہ کے ساتھ خود کو یوں چھپا لیا کہ ان کی آنکھوں اور پیروں کے سوا وحشی کو اور کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ عبید اللہ نے اپنا چہرہ کھول دیا اور کہنے لگے کہ آپ یہ بتائیں کہ حضرت حمزہؓ کو کس طرح شہید کیا تھا؟ جواب دیا ہاں حضرت حمزہؓ نے طعیمہ بن عدی بن خیار کو میدان بدر میں قتل کیا تھا، مجھ سے (میرے آقا) جبیر بن مطعم نے کہا کہ اگر حمزہ کو میرے چچا کے بدلے قتل کر دو تو تم آزاد ہو۔ آگے انہوں نے مکمل حضرت حمزہ کی شہادت کا قصہ بیان کیا ہے۔

(بخاری کتاب المغازی باب قتل حمزہ جلد دوم صفحہ 577 حدیث نمبر 4072)

اب اس پورے واقعہ میں حضرت سیدہ ہندؓ کا کوئی ذکر تک موجود نہیں اور نہ وحشی حضرت سیدہ ہندؓ کے غلام تھے۔ یہ قصہ من گھڑت اور جھوٹا ہے۔ سیدنا حمزہؓ کے کلیجہ چبانے کی روایت جو سیدہ ہندؓ کی طرف منسوب ہے کسی صحیح سند سے ثابت نہیں۔

تجہیز و تکفین و جنازہ

حضرت صفیہ حضرت حمزہ کی حقیقی بہن تھیں، بھائی کی شہادت کا حال سنا تو روتے ہوئے جنازے کے پاس آئیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھنے نہ دیا اور تسلی اور تشفی دے کر واپس فرمایا۔ حضرت صفیہ نے اپنے صاحبزادے حضرت زبیر کو دو چادریں دی تھیں کہ ان سے کفن کا کام لیا جائے لیکن پہلو میں ایک انصاری کی لاش بھی بے گور و کفن تھی، اس لیے انہوں نے دونوں شہداء میں ایک ایک چادر تقسیم کر دی اور ایک چادر سے سر چھپایا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں چھپاتے تو سر ننگا ہو جاتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چادر سے چہرہ چھپاؤ اور پاؤں پر گھاس اور پتے ڈال دو۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے شہدائے احد کے جنازے ان کے پہلو میں رکھے گئے اور آپ نے علیحدہ علیحدہ ہر ایک پر نماز پڑھائی۔ اس طرح 70 نمازوں کے بعد غازیانِ دین کو اور حضرت حمزہؓ کو میدان اُحد میں سپرد خاک کیا۔

مولانا محمد ذیشان (مردان)

قصہ مہاجرِ امّ قیس

محدثین امت اپنی کتابوں کے شروع میں اکثر حدیث تصحیح (حدیث الاعمال) نیت درج کرتے ہیں۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہجرت کرتا ہے اس کو اس کا مقصد ملتا ہے، مگر جس شخص نے دنیا حاصل کرنے کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہجرت (ترکِ وطن) کو اختیار کیا تو اس کا مقصد یہی ہوگا (یعنی اس کو اجر نہیں ملے گا)۔

اس حدیث مبارکہ کے پہلے تین الفاظ مقدسہ "**انما الأعمال بالنيات**"، تو بہت مشہور ہیں اور الحمد للہ بہت سے غیر عربی دان مسلمان بھی ان سے واقف ہوتے ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ حدیث صحیح سند سے ثابت حدیث مبارکہ ہے اور اس کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے، باوجودیکہ یہ خبرِ واحد ہے، جیسا کہ علامہ عبدالحق دہلویؒ (متوفّٰی 1052ھ) لمعات التنقیح ج 1 ص 167 پر لکھتے ہیں:

"**ليس بمتواترٍ كما توهّم البعضُ؛ لأنه فَرد في الأصل**"۔ (یہ حدیث متواتر نہیں جیسا کہ بعض علماء کو وہم ہوا ہے، اس لئے کہ یہ اصلاً خبرِ واحد ہے۔)

لیکن جہاں تک اس حدیث کی فضیلت، منقبت اور شرافت کی بات ہے، تو اس سے کسی بھی ذی عقل کو انکار نہیں چہ جائیکہ فقہاء و محدثین! یہی شیخ محدّث عبدالحق دہلویؒ لکھتے ہیں:

"**اعلم أنه قد تواتر النقل عن الأئمة في مدح هذا الحديث بعظم موقعه وكثرة فوائده، وأنه أصل عظيم من أصول الدين... ولهذا قال أبو عبيد: ليس في الأحاديث أجمع وأغنى وأكثر فائدة من هذا الحديث**"۔

ترجمہ:۔ جان لو کہ اس حدیث کی فضیلت کے بارے میں ائمہ کرام سے اس حدیث کی مدح متواتر منقول ہوئی ہے (یعنی اس حدیث کی فضیلت متواتر ہے۔ نہ کہ فی نفسہ یہ حدیث متواتر ہے سند کے اعتبار سے)، اس کے بلند مرتبے کے اعتبار سے اور اس کے فوائد کے کثیر ہونے کے اعتبار سے، اور یہ بہت بڑی بنیاد ہے دین کی بڑی بنیادوں میں سے۔ یہی وجہ کہ امام ابو عبیدؒ نے فرمایا: احادیث میں اس سے زیادہ جامع، سب سے زیادہ کافی وشافی اور فوائد میں اس سے زیادہ بڑھ کر کوئی حدیث نہیں ہے۔

میرا مقصد ہرگز اس حدیث مبارکہ کا انہدام یا استرداد نہیں، اعاذنی اللہ منہ۔ بلکہ اس مضمون کا پس منظر کچھ اور

ہے وہ یہ کہ اس حدیث کے شانِ ورود کے تحت مہاجرِ امّ قیس اور امّ قیس کے بارے میں جو واقعہ مشہور ہے، کیا وہ واقعہ صحیح ہے یا ضعیف؟ مطلب یہ کہ جس طرح اس کا وجود مشہور ہے کیا اسی طرح اس کا ثبوت بھی متحقق ہے کہ نہیں؟

''مظاہرِ حق شرح مشکاۃ'' کے حوالے سے واقعہ نقل کیا جاتا ہے، چنانچہ نواب محمد قطب الدین خان دہلویؒ (متوفّٰی1289ھ، المدفون فی مکۃ المکرّمۃ) ج1ص74 پر فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے ایک شخص مدینہ میں ایک عورت سے نکاح کرنے کی غرض سے ہجرت کر کے آیا تھا، اس عورت کا نام ''امّ قیس'' تھا اسی مناسبت سے وہ شخص مہاجرِ ام قیس کہا جاتا تھا، جیسا کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے امّ قیس نامی عورت کے پاس شادی کا پیغام بھیجا، امّ قیس نے اس شرط پر منظور کیا کہ وہ مدینہ ہجرت کر کے آجائے تب شادی ہوسکتی ہے، چنانچہ وہ ہجرت کر کے مدینہ آ گیا اور امّ قیس سے شادی کی اس کے بعد سے وہ شخص مہاجرِ امّ قیس کے نام سے مشہور ہو گیا۔''

یہ واقعہ اس حدیث کے تقریباً ہر شارح نے نقل کیا ہے، اس قصے کے وجود پر کلام نہیں، بلکہ اس کے ثبوت پر اشکال ہے، ذیل میں اس مدّعا پر کچھ معروضات پیش کی جاتی ہیں، اوّل یہ دیکھ لیں کہ محدثین حضرات اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ **فعلی اللہِ نتوکّل وبہ نستعین**

1۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی:

سب سے پہلے علامہ عبدالحق محدّثِ دہلویؒ کا حوالہ ملاحظہ فرمائیے کہ وہ اس واقعے میں تردد کا اظہار کرتے ہوئے اپنی تصنیف ''لمعات'' ج1ص185 پر فرماتے ہیں:

وسبب ورود الحديث وإن كان خاصًا لكن العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب، وهو ما نقلوا: أن رجلًا هاجر من مكة إلى المدينة لا يريد بذلك فضيلة الهجرة، وإنما هاجر ليتزوج امرأة تسمى أم قيس، ولهذا خص في الحديث ذكر المرأة دون ما ينوى كما سيأتي، على أن كلام الشيخ وغيره ينظر إلى التردد في صحة هذه القصة، والله أعلم.

ترجمہ:۔ اور اس حدیث کا سببِ ورود اگرچہ خاص ہے لیکن اعتبار الفاظ کے عموم کو ہوتا ہے نہ کہ خاص سبب کو، اور وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے مکہ سے مدینے کو ہجرت کی، **اس کا ارادہ ہجرت کی فضیلت کو حاصل کرنے کا نہ تھا بلکہ ارادہ ایک عورت سے نکاح کرنے کا تھا جس کا نام امّ قیس تھا**، اسی وجہ سے حدیث میں خاص طور پر عورت کا ذکر کیا گیا، نہ کہ اس آدمی کی نیت کو ذکر کیا گیا جیسا کہ عنقریب آرہا ہے، لیکن شیخ (حافظ ابنِ حجرؒ) وغیرہ علماء ومحدثین کے کلام پر اگر غور کیا جائے تو اس واقعے کی صحت کے مشکوک ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

یہ جملہ پڑھ کر دل پر ہاتھ رکھ کر فرمائیے کہ کیا واقعتاً ایک صحابی نے فضیلتِ ہجرت کا ارادہ نہیں کیا تھا؟ بلکہ محض تحصیلِ نکاح کا ارادہ کیا تھا؟ تو پھر کیا کہتے ہیں علماء کرام اس آیتِ کریمہ کے بارے میں جس میں اللہ رب العزت صراحت سے فرماتے ہیں: ''تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا'' (الفتح:29)۔تم ان (یعنی صحابہ علیہم الرضوان) کو دیکھو گے رکوع اور سجدے میں ان کا مقصد صرف اللہ کا فضل اور اس کی رضا ہے۔ یعنی اللہ جل جلالہ کی گواہی یہ ہے کہ صحابہ کرام کی نیتیں خالص ہیں جبکہ یہ قصہ اس کے بالکل راست متصادم نہیں؟

اب یہاں شیخ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے اقتباس کا آخری حصہ دیکھیں کہ وہ واقعے کی صحت میں تردد کو بیان کر رہے ہیں، نہ صرف خود متردد ہیں بلکہ امام ابن حجر اور دیگر علماء کی طرف بھی اس تردد کی نسبت کر رہے ہیں۔

2۔امام ابن حجر:

جی ہاں! امام ابنِ حجرؒ اس واقعہ کو بذاتِ خود درست تو مانتے ہیں لیکن وہ یہ تسلیم نہیں کرتے کہ حدیث الاعمال کا شانِ ورود یہی واقعہ ہے۔ حضرت ''فتح الباری ج:1 ص:19 پر فرماتے ہیں: وَهٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ لٰكِنْ لَيْسَ فِيهِ أَنَّ حَدِيثَ الْأَعْمَالِ سِيقَ بِسَبَبِ ذَالِكَ وَلَمْ أَرَ فِي شَيْءٍ مِنَ الطُّرُقِ مَا يَقْتَضِي التَّصْرِيحَ بِذَلِكَ۔ مطلب یہ کہ اس حدیث کی سند امام بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے، لیکن اس میں یہ بات کہیں نہیں ہے کہ حدیث الاعمال (حدیث تصحیح نیت) اس واقعے کی وجہ سے (لسانِ نبوت شریف) سے وارد ہوئی ہے۔ میں نے کسی سند کسی روایت میں اس کی صراحت نہیں دیکھی۔

3۔امام بدرالدین عینی:

امام بدرالدین عینیؒ بھی یہی لکھتے ہیں، دیکھیے عمدۃ القاری! ج:1 ص:114۔ بخوف طوالت اقتباس بلفظہ نقل نہیں کیا۔ البتہ مفہوم یہی ہے۔

اب تک کی معروضات سے اتنا ثابت ہو گیا کہ اس حدیث کا شانِ ورود یہ واقعہ نہیں ہے، بلکہ یہ حدیث مستقل طور پر زبانِ رسالت مآب علیہ الصلوۃ والسلام سے نکلی ہے، جیسا کہ حافظ ابنِ حجرؒ کا قول ابھی نقل ہوا کہ یہ تصریح مجھے کہیں نہیں ملی وغیرہ وغیرہ۔

4۔ قصے کی صحت، سند کا مدار؟

اب ذرا یہ بھی دیکھ لیں کہ کیا یہ واقعہ مستقل طور پر ثابت بھی ہے یا نہیں؟ جیسا کہ حافظ ابنِ حجرؒ ہی نے مذکورہ عبارت میں فرمایا ہے، کہ شیخین کی شرط کے مطابق اس کی سند صحیح ہے، جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ حدیث مبارکہ کے ساتھ ساتھ یہ واقعہ بھی ایسی ہی پختہ و مضبوط سند سے ثابت ہے۔ لیکن جب ہم اس واقعے کا سراغ ڈھونڈتے ہیں تو

اس کی بنیاد سرے سے ہمیں دستیاب ہی نہیں ہوتی۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ امام ابنِ حجرؒ نے یہ واقعہ امام طبرانیؒ کے حوالے سے امام سعید بن منصورؒ سے نقل کیا ہے اور امام طبرانیؒ نے بھی اپنی معجم میں محمد بن علی الصائغ کی سند سے امام سعید بن منصورؒ سے ہی نقل کیا ہے۔ امام طبرانیؒ ''المعجم الکبیر'' ج:9 ص:103 پر یہ واقعہ کچھ اس طرح نقل کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن علي الصائغ، ثنا سعيد بن منصور، ثنا أبو معاوية، عن الأعمش، عن شقيق، قال: قال عبد الله: ''من هاجر يبتغي شيئا فهو له''، قال: ''هاجر رجل ليتزوج امرأة يقال لها: أم قيس، وكان يسمى مهاجر أم قيس''

اس سند اور روایت کے سلسلے میں ایک بات تو یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے، یعنی اس میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات نقل نہیں ہو رہی بلکہ ایک صحابی (سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) پر جا کر اس روایت کی سند ختم ہو جاتی ہے، وہ اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں اٹھاتے۔ یہ اس لیے عرض کیا کہ بعض لوگ غلط فہمی میں اس کو مرفوع متصل حدیث قرار دے رہے ہیں جو بداہتاً غلط اور نادرست ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس واقعے کی سند کا مدار امام سعید بن منصورؒ (المتوفّٰی 227ھ) کی شخصیت ہے۔ آپ ایک عظیم المرتبت محدث ہیں۔ جو امام مسلم، امام ابوداؤد وغیرہ بڑے بڑے محدثین کے استاد اور امام سفیان بن عیینہ اور امام عبداللہ بن مبارک جیسے جلیل القدر محدثین کے شاگردِ رشید ہیں۔ انھوں نے اپنی روایت کردہ احادیث اپنی کتاب سنن میں جمع فرمائی ہیں۔ اب عجیب بات یہ ہے کہ ان کی سنن میں یہ واقعہ سرے سے موجود ہی نہیں۔ لہٰذا جب معجم طبرانی میں موجود سند سے امام سعید بن منصور کا نام نکل گیا تو روایت میں انقطاع آ گیا، بقیہ سند میں اگر جبرئیل، میکائیل، عزرائیل اور اسرافیل علیہم السلام بھی ہوں پھر بھی اصولاً یہ واقعہ ثابت نہیں ہوسکتا۔

سوال یہ ہے کہ جب یہ واقعہ ''سنن سعید بن منصور'' میں ہے ہی نہیں تو سوال یہ ہے کہ امام طبرانیؒ کو یہ واقعہ کہاں سے مہیا کیا گیا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ عداوتِ صحابہؓ کی پرانی بیماری کے نتیجے میں یہ کہانی سبائی ٹیکسال ڈھالی گئی ہو؟

افسوس تو یہ ہے کہ مشکوٰۃ اور صحیح بخاری وغیرہ کے طلباء کو پہلے ہی دن سے یہ بات ذہنوں میں بٹائی جاتی ہے کہ نیت ٹھیک کرلو اور اخلاص کا استحضار کرلو کہ آپ نے محض علمِ دین کے لئے ہجرت کی ہے، ورنہ تمھارا معاملہ بھی ویسا ہی ہوگا جیسے ایک (فرضی) صحابی مہاجرِ ام قیس نے ایک عورت کے لئے ہجرت کی تھی، العیاذ باللہ۔ یعنی ہم چودھویں صدی کے طالبانِ علومِ دینیہ کی ہجرت تو مقبول ہے پر اُس صحابی کی ہجرت عند اللہ مقبول نہ ہوئی کیونکہ انہوں نے عورت کے لیے ہجرت کی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بندہ عاجز اپنی پوری عبدیت اور عجز وعلمی کم مایگی کے باوجود اس لیچے کو کسی فرضی صحابی کی خاطر بھی ایک لمحے کو برداشت کرنے پر آمادہ نہیں۔

5۔ مہاجر امّ قیس تھے کون؟

ہم نے اوپر دو بار مہاجر قیس کو جو فرضی صحابی لکھا ہے اس کی وجہ بھی سن لیجیے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تراجم پر مشتمل کتب، مثلاً: الاصابہ، اسد الغابہ، معرفۃ الصحابہ (ابونعیم اصفہانی و حافظ ابنِ مندہ) اور الاستیعاب وغیرہ میں مہاجرِ ام قیس نامی صحابی کا کوئی تعارف نہیں، ان کا ذکر اگر کہیں موجود بھی ہے تو صرف اور صرف اسی مشکوک وغیر ثابت واقعے کے ضمن میں۔ ہاں! البتہ ام قیس کی ترجمے میں اُن کا ذکر موجود ہے، اصل نام تو ان صحابیہ کا بھی نہیں ملتا صرف کنیت یعنی ام قیس ملتی ہے۔ بھئی اتنا بڑا واقعہ ہو گیا، ایک خاتون ہیں جن سے نکاح کے اشتیاق میں لوگ اپنا گھر بار اور مکہ مکرمہ جیسے شہر میں جمی جمائی زندگی چھوڑ کر ہجرت جیسا عظیم الشان عمل کرتے ہیں۔ لوگوں میں چرچا ہو جاتا ہے حتی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ کرام کی تربیت کے لیے اس واقعے کا حوالہ دینا پڑتا ہے، مگر تعجب ہے کہ اس غیر معمولی واقعے کے مرکزی کردار کا کوئی تعارف کوئی شناخت پہچان تک نہیں ملتی۔

6۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اصولی بات:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے امت کے لیے ایک عظیم الشان اصول منقول ہے، آپ نے فرمایا:

مَن كانَ مُسْتَنًّا، فَلْيَسْتَنَّ بمن قد ماتَ، فإنَّ الحيَّ لا تُؤمَنُ عليه الفِتْنَةُ، أولئك أصحابُ محمد – صلى الله عليه وسلم –، كانوا أفضلَ هذه الأمة: أبرَّها قلوبًا، وأعمقَها علمًا، وأقلَّها تكلُّفًا، اختارهم الله لصحبة نبيِّه، ولإقامة دِينه، فاعرِفوا لهم فضلَهم، واتبعُوهم على أثرهم، وتمسَّكوا بما استَطَعتُم من أخلاقِهم وسيَرِهم، فإنهم كانوا على الهُدَى المستقيم ۔(جامع الأصول 1/80)

''جو شخص اتباع کرنا چاہتا ہے تو وہ فوت شدگان کی اتباع کرے کیونکہ زندہ لوگوں کے بارے میں یہ بے فکری نہیں کہ یہ آئندہ بھی فتنوں سے محفوظ رہیں گے۔ اور فوت شدگان سے مراد کون ہیں؟ یہ (محبوبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم یعنی) حضرات اصحاب محمد علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات ہیں، جو امت کے برگزیدہ لوگ تھے، دلوں کے انتہائی پاکیزہ تھے، علم کے ناپیدا کنار سمندر تھے، سادگی کے پیکر تھے، رب کریم نے ان کو منتخب فرما کر چُن لیا تھا اپنے محبوب ﷺ کی صحبت کے لئے، اس کے دین کو پھیلانے اور قائم رکھنے کے لئے، لہٰذا! اے لوگو! ان کی فضیلت کو پہچانو! اور انکی خوب پیروی کرو! اور جتنا تم سے ہو سکے ان کے اخلاق اور ان کی سیرتوں کو مضبوطی سے تھام لو، کیونکہ

یہی وہ لوگ تھے جو صراطِ مستقیم پر گامزن تھے‘‘۔

اس سے ملتی جلتی بات سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

اب قارئین اس مبارک اصول میں ذرا ’’أبرَّھا قلوبًا ‘‘ (امت میں سب سے زیادہ پاکیزہ دلوں والے) کے الفاظ پر توجہ فرمائیے، کیا جن لوگوں کے دل آنے والی پوری امت کے لیے پاکیزگی میں مثال ہوں وہ ایسی چھوٹی حرکت (عورت کے لئے ہجرت) کر سکتے ہیں؟

7۔اعلانِ خداوندی، سب مہاجرین کی ہجرت کس غرض ومقصد سے ہوئی؟

دوسری طرف اللہ جلّ اسمہٗ نے صاف، صریح اور واشگاف الفاظ میں بغیر کسی تاویل کے اعلان کیا ہے کہ ’’لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ‘‘ (الحشر:8)۔

ترجمہ: (فے کا مال) ان وطن چھوڑنے والے غریب مہاجرین کے لیے بھی ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں وہ جو سچے ہیں۔ (ترجمہ حضرت لاہوری)

اس آیت میں مہاجرین کی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ انھوں نے اتنے بڑے بڑے اعمال کیے۔ ان اعمال میں ہجرت کرنا بھی مذکور ہے ساتھ میں اللہ نے جو علیم بذات الصدور ہے، ان مہاجرین کی ہجرت کا مقصد بھی بیان فرمایا ہے کہ وہ یہ ہجرت کس لئے کر رہے تھے؟ اس عمل سے ان کے دل میں خواہش کیا ہے؟ تو فرمایا وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا کے خواہش مند ہیں۔ طالب علم ہونے کی حیثیت سے عرض کرتا ہوں کہ یہ جمع مذکر سالم معرف باللام ہے یعنی اپنے عموم میں داخل تمام افراد کو یقینی اور قطعی طور پر شامل ہے۔ آج اگر اس الوہی شہادت سے مہاجرِ ام قیس کو مستثنیٰ کیا جارہا ہے تو استثناء کے لئے بالکل ایسی ہی دلیل درکار رہے جو قوت اور طاقت میں اس اعلانِ الٰہی کا ہم پلہ ہو۔

8۔انتباہ:

اگر مان لیا جائے کہ مہاجرِ ام قیس نے ہجرت بنیت نکاحِ ام قیس کی تھی۔ تو پھر پہلے پہل یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ ’’يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا‘‘ سے بھی نکل گئے، اسی طرح وہ ’’ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ‘‘ سے بھی نکل گئے۔ اور اگر اس بات کی سنگینی کی طرف علمائے کرام کی توجہ ملتفت نہیں ہوتی تو انتہائی حیرت وافسوس کا مقام ہے۔

9۔ ہجرت سے کون کون سے لوگ معذور تھے؟

سیرت طیبہ کے طالب علم جانتے ہیں کہ فتح مکہ سے پہلے اسلام کے بعد سب سے بڑا فرض مدینہ شریف کی

طرف ہجرت تھا۔ اس فرض سے رخصت صرف تین قسم کے لوگوں کو دی گئی تھی: (1)۔کمزور اور ناتواں لوگ، جو کسی مددگار قافلہ کے بغیر سفر نہیں کر سکتے۔ (2)۔صحابیات جو کفار کی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہی تھیں۔ (3)۔چھوٹے نابالغ بچے۔قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا “(النساء:75)۔

ترجمہ:۔اور تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم جہاد نہ کرو اور کمزوروں کی خاطر سے جن میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور کچھ بچے ہیں دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں اور ہمارے لئے غیب سے کسی دوست کو کھڑا کیجئے اور ہمارے لئے غیب سے کسی حامی کو بھیجئے۔(بیان القرآن)

”إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (97) إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا (98) فَأُولَئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا“(النساء:97-99)۔

ترجمہ:۔بے شک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں جنہوں نے اپنے کو گناہ گار کر رکھا تھا تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کس کام میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم سرزمین میں محض مغلوب تھے وہ کہتے ہیں کیا خدا تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی؟ تم کو ترکِ وطن کر کے اس میں چلا جانا چاہئے تھا سو ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور جانے کے لئے وہ بری جگہ ہے۔(97) لیکن جو مرد اور عورتیں اور بچے قادر نہ ہوں کہ نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ رستہ سے واقف ہیں۔(98) سو ان کے لئے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیں اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے مغفرت کرنے والے ہیں۔

ان آیات کی تفاسیر معارف القرآن للشیخین ادریس والشفیع رحمہما اللہ اور تفسیر القرطبی وغیرہ میں دیکھی جا سکتی ہے کہ فتح مکہ سے پہلے ہجرت فرض تھی اور مکہ میں ٹھہرنے کی اجازت صرف ان تین قسم کے افراد کو تھی، کمزور اور بے بس لوگ، عورتیں اور بچے۔ اب سوال یہ ہے کہ مہاجرِ ام قیس کا تعلق ان میں سے کس گروہ کے ساتھ تھا؟ بچے نہیں تھے، عورت بھی نہیں تھے اور کمزور تو اس لئے نہیں تھے کہ کمزور ہوتے تو ام قیس کے لئے بھی ہجرت نہ کر سکتے۔

10۔ہجرت سمیت احکام الٰہی کی اطاعت میں صحابہ کرام کا مبارک مزاج

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی کسی کام کا حکم دیا یا اس سے روکا تو پھر اطاعت کرنے میں آسمان اور زمین نے صحابۂ کرام جیسی جماعت نہیں دیکھی، نہ دیکھی جا سکتی ہے۔اسی ہجرت کے حکم کو لیجئے! اس کو بجا لانے میں صحابۂ کرام کتنے حریص تھے، ایک مشہور مثال سیدنا جندب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ کی ہے! کہ وہ اس حکم کی تعمیل میں اس حد تک گئے کہ مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ گئے، امام اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِهَذِهِ الْآيَةِ إِلَى مُسْلِمِي مَكَّةَ فَقَالَ جُنْدَبُ بْنُ ضَمْرَةَ لِبَنِيهِ: احْمِلُونِي فَإِنِّي لَسْتُ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِينَ، وَلَا أَنِّي لَا أَهْتَدِي الطَّرِيقَ، واللّٰه لَا أَبِيتُ اللَّيْلَةَ بِمَكَّةَ، فَحَمَلُوهُ عَلَى سَرِيرٍ مُتَوَجِّهًا إِلَى الْمَدِينَةِ، وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا، فَمَاتَ فِي الطَّرِيقِ. (التفسیر الکبیر، ج:11ص:197)

ترجمہ:۔مروی ہے کہ حضور ﷺ نے یہ آیت مکہ شریف کے مسلمانوں کے پاس بھجوائی تو (آیت سنتے ہی) سیدنا جندب بن ضمرہ رضی اللہ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: مجھے اٹھا کر لے جاؤ (یا مجھے سواری دو) نہیں ہوں میں کمزوروں میں سے، اور نہ ہی ایسا ہوں کہ مجھے راستہ معلوم نہ ہو، واللہ! میں مکہ شریف میں ایک رات بھی نہ رہوں گا، اس پر انھوں نے آپ کو ایک چارپائی پر اٹھا کر مدینہ شریف کا رخ کیا۔ آپ بہت بوڑھے تھے، پس انہیں راستے ہی میں موت نے آلیا۔

اپنے تو اپنے غیروں نے بھی صحابۂ کرام کی اس طبیعت اور مزاج کو مانا تھا اور آج تک مانتے آئے ہیں، سیدنا عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ جس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے صلح حدیبیہ کے موقعے پر کفار کی طرف سے قاصد بن کر برائے مذاکرات تشریف لائے، ان کا وہ تاریخی جملہ آج بھی صفحۂ قرطاس پر رقم ہے ادادارانِ نبوت کے اعمال واطوار میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور محبت کے کرشمے ذرا نظر جما کر دیکھے تو بے ساختہ کہہ اٹھے:

”واللہ لقد وَفدتُ علی المُلوکِ، ووفدتُ علی قیصرَ، وکسریٰ، والنَّجاشی، واللہ إنْ رأیتُ ملِکاً قط یُعظِّمه أصحابُه ما یُعظم أصحابُ محمدٍ صلی اللہ علیه وسلم محمدا“ ۔(صحیح بخاری (195/3)۔

ترجمہ:۔”خدا کی قسم! میں بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں، میں قیصر، کسریٰ اور نجاشی کے پاس بھی گیا ہوں، لیکن اللہ کی قسم! میں نے کبھی کسی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا جس کے ساتھی اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ ان کی تعظیم کرتے ہیں“۔

اسی اطاعت واخلاص کا اثر تھا کہ بدر کے دن ملائکہ سے آسمان پر رہا نہ گیا اور عرشِ معلّٰی سے اذن پا کر سیدنا جبرئیل علیہ السلام کی امارت میں کفار پر ٹوٹ پڑے۔شیطانِ اکبر ابلیس اس روز بذاتِ خود لشکرِ کفار میں شامل تھا جب حضرات صحابہ کرام کی بہادری کے کرشمے اور اس پر ملائکہ مقربین کی جماعتوں کے نزول کو دیکھا تو شدید خوف زدہ ہو کر میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر ابلیس کی کیفیت کو خود قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے:

’’فَلَمَّا تَرَائَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَى عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكُمْ إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ ‘‘(الأنفال:48)۔ترجمہ:’’پھر جب سامنے ہوئیں دو فوجیں، الٹا پھرا اپنی ایڑیوں پر اور بولا: میں تمہارے ساتھ نہیں، میں جو دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے۔‘‘(ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

امام رازیؒ نے تو یہاں تک نقل کیا ہے کہ ابلیس کو اپنا وقتِ موعود یاد آیا کہ کہیں وہ آنہ پہنچا ہو:’’قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ .إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ‘‘(الحجر:37،38)۔یعنی اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو ازل میں جو یہ فرمایا تھا کہ تجھے ایک معلوم ومتعین وقت تک مہلت ہے جو میری نافرمانی کرسکتا ہے کرلے، ابلیس نے جب حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایمانی کیفیات اور ان کی نصرت میں آنے والے ملائکہ کے تیور دیکھے تو ڈرا کہ کہیں میری مہلت کا متعین وقت آج تک ہی تو نہیں تھا؟ کہیں میں ان حضرات کے ہاتھوں جہنم واصل تو نہیں ہونے لگا۔

11۔روایتوں کی تحقیق کا محکم تناظر

اس تناظر میں ہم اسی واقعے (ہجرتِ مہاجرِ ام قیس) کو اتنی آسانی سے کس طرح مان سکتے ہیں؟ مطلب یہ نہیں کہ یہ حضرات معصوم تھے بلکہ سوال یہ ہے کہ جو بات ثابت نہ ہوا سے خواہ مخواہ کیوں ان سب سچوں کے سردار صادقین کے گلے کا ہار بنا دیا جائے؟ حالانکہ اگر تنقیصِ صحابہ پر مشتمل روایت درست بھی ہوں سنداً، پھر بھی وہ مردود ہوں گی، کیونکہ اس مبارک گروہ کی عظمت وحرمت تواتر سے ثابت ہے، چنانچہ امام نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

وَلَسْنَا نَقْطَعُ بِالْعِصْمَةِ إِلَّا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِمَنْ شَهِدَ لَهُ بِهَا لَكِنَّا مَأْمُورُونَ بِحُسْنِ الظَّنِّ بِالصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ وَنَفْيِ كُلِّ رَذِيلَةٍ عَنْهُمْ وَإِذَا انْسَدَّتْ طُرُقُ تَأْوِيلِهَا نَسَبْنَا الْكَذِبَ إِلَى رُوَاتِهَا۔(شرح النووی علی مسلم(12 /72)

ترجمہ:۔اور ہم قطعاً صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معصوم سمجھتے ہیں، یا جس کو آپ نے معصوم قرار دیا (مثلا ملائکہ وغیرہ) ہاں! لیکن ہمیں صحابۂ کرام پر حسنِ ظن رکھنے کا حکم ہے، اور ہر برائی کو ان سے نفی کرنے کا، اور جب (ظاہری) تنقیص پر مشتمل روایات میں تاویل کی راہیں مسدود ہو جائیں تو ہم راوی کی تکذیب کریں گے۔

یہ بات علامہ نوویؒ نے اس روایت کی ذیل میں لکھی ہے جس میں حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب

اور سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کا ایک مشاجرہ منقول ہوا ہے، جس میں حضرت امیر المؤمنین کے لیے سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی بہت سخت اور نازیبا الفاظ منقول ہوئے ہیں۔ امت نے بجا طور پر ان الفاظ کو سیدنا علی کے لیے کبھی تسلیم نہیں کیا۔ الحمد للہ ہماری نسبت اس شجرہ علمیہ سے ہے کہ ہمارے اکابر بالکل درست طور پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان اقدس میں کمی کا پہلو رکھنے والی روایات کو ہرگز قبول نہیں کرتے خواہ وہ خود صحیحین ہی میں کیوں نہ ہوں۔ بس بندہ کی عرض صرف اتنی ہے کہ یہی رویہ اور اصول ہر جگہ اپنی ذاتی پسند و ناپسند کو ملحوظ رکھے بغیر اختیار کرنا چاہیے۔ اہل السنۃ کے ہاں پوری جماعت صحابہ اسی طرح مسلّم ہے جیسے مثلاً حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اصولِ تاریخ پر کلام کرتے ہوئے اپنے ''مکتوبات'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں: ''صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق ان قطعی اور متواتر نصوص اور دلائلِ عقلیہ ونقلیہ کی موجودگی میں اگر روایاتِ صحیحہ احادیث کی بھی موجود ہوتیں تو مردود یا مؤول قرار دی جاتیں، چہ جائے کہ روایات تاریخ''۔ (ج:1 ص:287، مکتوب:29)

اسی اصول کو محقق اہلِ سنت علامہ عبد الغفور سیالکوٹیؒ نے ایک جگہ اس طرح مصرّح کیا ہے کہ: ''اہل السنّت کا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کے بارے میں اگر کوئی صحیح روایت بھی ایسی ہو جو صحابہ کے مقام ومرتبہ سے مطابقت نہ رکھتی ہو تو اس کی تاویل کرنا، یا اگر تاویل نہ ہو سکے تو اس کو رد کر دینا ضروری ہے'' (دفاعِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، ص:534)

12۔ حرف آخر: سند صحیح ہو پھر بھی متن منکر، شاذ اور معلل وغیرہ ہو سکتا ہے

امام بدر الدین عینیؒ فرماتے ہیں: **فالحديث وإن كان صحيحَ الإسنادِ ولكنه معلل بكون المعروفِ أنه لم يكن حينئذٍ نزل تحريمُ المسلماتِ على الكفارِ**۔ (عمدۃ القاری، ج:1 ص:115)

ترجمہ: ''یہ حدیث اگرچہ سند کے اعتبار سے صحیح ہے، لیکن اس میں علت (خرابی) یہ ہے کہ معروف بات یہ ہے کہ اس وقت تک مسلمان عورتوں کا کفار پر حرام ہونا نازل نہیں ہوا تھا۔''

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روایت کے ساتھ درایت سے بھی کام لیا جائے گا، جیسا کہ یہ اوپر والی حدیث روایت کے اعتبار سے اگرچہ صحیح ہے لیکن درایت اسے قبول نہیں کرتی اس لئے صحیح نہیں۔

نوٹ:

1۔ اگر بندہ کو اس واقعے کا تشفّی بخش ثبوت ملا (نہ کہ وجود) تو رجوع کرنے میں دیر نہیں کرے گا ان شاء اللہ۔

2۔ میرا مقصد صرف اور صرف دفاعِ صحابہ ہے فقط۔ اللہ اس مقصد کی برکت سے ہمیشہ صحیح بات سجھائے اور نفس اور شیطان کی غلط تلقینات سے حفاظت فرمائے۔ **واللہ من وراء القصد وھو علی ما نقول وکیل**

ماہر القادری رحمہ اللہ

نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم

زمانے کی فضا میں انقلابِ آخری آیا
نچھاور کردیا قدرت نے سب فطرت کا سرمایہ

وہ آئے جن کے آنے کی زمانے کو ضرورت تھی
وہ آئے جن کی آمد کے لیے بے چین فطرت تھی

وہ آئے جن کی خاطر مضطرب تھی وادی بطحا
وہ آئے جن کے قدموں کے لیے کعبہ ترستا تھا

وہ آئے نغمۂ داؤد میں جن کا ترانہ تھا
وہ آئے گریۂ یعقوب میں جن کا فسانہ تھا

وہ آئے جن کی ٹھوکر پر نچھاور سطوت دارا
وہ آئے جن کے آگے سرد ہر باطل کا انگارا

وہ آئے جن کو دنیا نے شبِ غم کی سَحر مانا
وہ آئے جن کو ختم الانبیاء، خیر البشر مانا

★......★......★

سید عبدالمنان شاہد رحمہ اللہ، ملتان

دعوتِ عمل

اُداس کیوں ہو ساتھیو؟

وہ ہمتیں، وہ ولولے، وہ اضطراب کیا ہوئے
وہ غلغلے وہ نعرہ ہائے انقلاب کیا ہوئے
ہم اتنے مضمحل نہ تھے!

ہزار بار زندگی سے اپنے رُخ کو موڑ کر
ہزار بار غیر حق کے بندھنوں کو توڑ کر
تمہارا قافلہ رہا ہے اہلِ حق کا ہم عناں
تمہاری جُرأتیں رہیں ہمیشہ حق کی پاسباں
یہ دل گرفتگی ہے کیوں؟

میں جانتا ہوں شیطنت عُروج پر ہے آج کل
بہیمیت کا رقص ورنگ تیز تر ہے آج کل
یہ قہر، یہ تباہیاں، یہ ظلم، یہ ستم بجا
یہ حادثاتِ بیش وکم، یہ سیل رنج وغم بجا
پھر اس طرح سے وقفِ حزن ویاس کیوں ہو ساتھیو؟
اُداس کیوں ہو ساتھیو؟

تم اس فشارِ شور وشر سے ہاؤ ہو سے ڈر گئے
مصائبِ رہِ تلاش و جستجو سے ڈر گئے
قدم بڑھاؤ ساتھیو نظام حق کی راہ میں
ہزار نصرتیں نہاں تمہاری اِک نگاہ میں
قدم بڑھاؤ ساتھیو
اُداس کیوں ہو ساتھیو؟

(ہفت روزہ خدام الدین لاہور، 27 ستمبر 1950)

خلیق ابراہیم خلیقؔ

اپنے گھر کے حوالے سے چند یادیں

عشرۂ ماقبلِ آزادی کے سیاسی وثقافتی حالات کا آپ نے اجمالی جائزہ لیا۔اب میں آپ کو اپنے گھر واپس لیے چلتا ہوں۔ میں اس اعتبار سے اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ اس گھر میں اپنے بچپن سے نوجوانی تک مجھے سیاست، علم وادب، مذہب، طب، موسیقی وغیرہ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی بعض بڑی اور اہم شخصیتوں کو قریب سے دیکھنے، ان کی باتیں سننے اور ان میں سے بعض کی خدمت کرنے کا موقع ملا۔ان شخصیتوں میں مولانا شوکت علی، پنڈت جواہر لال نہرو، چودھری خلیق الزماں، رفیع احمد قدوائی، موہن لال سکسینہ، پنڈت گوبند بلبھ پنت، پرشوتم داس ٹنڈن، پنڈت سندر لال، مولانا حسرتؔ موہانی، شعیب قریشی، سید ذاکر علی، غلام محمد، سر سید وزیر حسن، سر محمد یعقوب، سر سلطان احمد، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا آزاد سبحانی، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، ماسٹر تاج الدین، مولانا سید علی تقی (نقن صاحب) حکیم ناصر الدین احمد دہلوی، حکیم نظام الدین اجمیری، چودھری محمد علی ردولوی، مولانا محمد مصطفیٰ خاں مدّاح (احمق پھپھوندوی)، گنگا دھر ناتھ فرحت کان پوری، استاد فیاض خاں، مولانا صفی، جوش ملیح آبادی، جگر مراد آبادی، مرزا جعفر علی خاں اثر، مشیر احمد علوی، ناظر کاکوروی، مسعود حسن رضوی ادیب، شوکت تھانوی، ڈاکٹر رشید جہاں، یش پال وغیرہ شامل تھے۔ان سب سے میرے دادا حکیم عبدالقوی، منجھلے دادا حکیم عبدالوالی اور والد حکیم محمد رفیق ابراہیم کے ذاتی مراسم تھے۔ان میں سے بعض شخصیتوں سے آپ مختلف مواقع پر ملیں گے۔

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری

ان سب کا ایک مجموعی تأثر تو یہ ہے کہ دو ایک کو چھوڑ کر سبھی بڑی ہری بھری شخصیتیں تھیں۔علماء ومشائخ تک کو یبوست چُھو بھی نہیں گئی تھی۔مثال کے طور پر مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کو لیجیے جو میری یاد میں تین چار بار ہمارے ہاں آئے۔وہ بڑی دلچسپ باتیں کرتے تھے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے قومی مزاج کی بات ہو رہی تھی۔ کہنے لگے اس سے زیادہ جذباتی قوم دنیا کے پردے پر نہیں ہوگی۔اس کے دین نے اسے اعتدال اور حقیقت پسندی کا راستہ دکھایا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دین میں غلو نہ کرو مگر اس نے دین کو مشعل راہ بنانے کے بجائے اپنے اعصاب پر سوار کر لیا ہے۔اس کے جذبات میں کنکری ڈالو تو لہریں پیدا نہیں ہوں گی، ایک دم اُبال آجائے گا۔

ایک مرتبہ مولانا تشریف لائے تو میری دادا کے پاس ایک جوشیلے مسلم لیگی بھی بیٹھے تھے۔ انھوں نے مولانا سے جو کٹر نیشنلسٹ تھے، بحث شروع کر دی۔ مولانا بحث پر آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ وہ ہوں ہاں میں ٹالنے لگے۔ میرے دادا نے کہا مولانا آپ تو ان کے دلائل کا جواب ہی نہیں دے رہے ہیں۔ کہنے لگے جنگل میں رہنے والے بندروں کی بعض خصوصیات عجیب ہوتی ہیں۔ جنگلی بندر کسی درخت پر بیٹھا ہوا ور شیر اس درخت کے نیچے سے گزرنے لگے تو فوراً آنکھیں بند کر کے ڈال چھوڑ دیتا ہے۔ ہندوستان کے بہت سے مسلمانوں کا یہی حال ہے۔ اِدھر کسی نے نعرہ لگایا ''اسلام خطرے میں ہے'' اُدھر انھوں نے آنکھیں بند کیں اور ڈال چھوڑی۔ اب ایسے لوگوں سے میں کیا بات کروں!

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری جید عالم دین اور مجلس احرار اسلام کے رہنما تھے۔ اسلام کی سربلندی اور وطن کی آزادی اس جماعت کا نصب العین تھا۔ آزادیٔ وطن کی جدوجہد میں یہ کانگریس کے ساتھ تھی اور اسلامی تعلیمات واقدار کے احیا کے لیے جمعیۃ العلمائے ہند کی ہم نوا تھی، جس کے مقتدر ارکان میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا احمد سعید، مفتی کفایت اللہ، مولانا داؤد غزنوی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی وغیرہ شامل تھے۔ مجلس احرار اسلام بنیادی طور پر پنجاب کی جماعت تھی۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد یہ عملاً ختم ہوگئی۔ اس کے رہنماؤں میں شیخ حسام الدین جو مجلس کے صدر تھے، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور ماسٹر تاج الدین سیاسی پس منظر میں چلے گئے۔ آغا شورش کاشمیری آخر تک پاکستان کی سیاست میں بھرپور عملی حصہ لیتے رہے۔ یہ چاروں اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ پرانے احرار رہنماؤں میں اب صرف نواب زادہ نصر اللہ خاں عملی سیاست میں سرگرم ہیں اور اگرچہ ان کی سیاسی جماعت بہت چھوٹی اور غیر مؤثر ہے مگر پاکستان کے بزرگ سیاست داں کی حیثیت سے سب ان کا احترام کرتے ہیں۔

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری ساری عمر برصغیر کی آزادی اور اسلام کی سربلندی کے لیے قربانیاں دیتے رہے۔ ان کا شمار برصغیر کے چوٹی کے مقررین میں ہوتا تھا۔ ان کی سیاسی اور مذہبی تقاریر عموماً رات کو نماز عشا کے بعد شروع ہوتیں اور فجر کی اذان سے قبل ختم ہوتیں۔ مجھے ان کی دو ایسی تقاریر سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ جن میں ہزاروں افراد کا مجمع رات بھر ساکت وصامت بیٹھا رہا۔ ایک مرتبہ مائیک خراب ہوگیا تو انھوں نے اسے ہٹادیا۔ ان کی آواز اتنی پاٹ دار تھی کہ لاؤڈ اسپیکر کے بغیر بالکل آخر میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو بھی اپنے اتار چڑھاؤ کے ساتھ پوری وضاحت اور صفائی سے سنائی دے رہی تھی۔ تقریر کے دوران وہ نہایت دل کش لحن میں برمحل اشعار سناتے جاتے۔ انداز بیاں میں بلا کی روانی اور شگفتگی تھی۔ ان کے جلسوں میں وہ لوگ بھی خاصی تعداد میں ہوتے جو ان کے سیاسی و مذہبی خیالات سے شدید اختلاف رکھتے تھے۔ وہ ان جلسوں کو درہم برہم کرنے کے لیے نہیں، مولانا کی تقریر سے حظ اٹھانے جاتے تھے۔ (خودنوشت آپ بیتی، منزلیں گرد کے مانند۔۔۔ صفحہ 274-272)

خطاب: جانشین امیر شریعت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ　(ناقل: فیصل اشفاق)　(قسط نمبر: 2)

اصحاب رسول علیہم الرضوان وخلافت راشدہ

مقام: جامع خیر المدارس ملتان　تاریخ: 13 نومبر 1983ء

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قاتل کون؟

تین لڑکوں کو......اور ایک بیٹی جو تھی وہ تو بیاہ دی، سیدوں کی دادی پھوپھی جنابِ سیدہ اُم ہانی جمانہ ہند بنت ابی طالب، ان کی شادی ہوگئی تھی ابوجہل کے خاندان (بنومخزوم) میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ بھی مانگا تھا، حضرت ابوطالب نے انکار کیا کہ بنومخزوم (ابوجہل کے خاندان کے) کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ تم میرے بھتیجے ہو، بیٹے برابر ہو "انت صادق، امینٌ، رجلٌ جمیلٌ"، سب کچھ۔ لیکن بیٹا ہے کیا کروں وہ خاندانی احسانات مجبور کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ مانگا تھا "خَاطَبَہَ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ عَمِّہٖ اَبِیْ طَالِبٍ" کہنے لگا کہ رشتہ تو میں نہیں دوں گا باقی میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تو رشتہ کس کو مل گیا؟ حبار ابن اسود، جو حضرت مخدوم بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے دادوں میں آتے ہیں ان کے سوتیلے بھائی "حبیرہ ابن اسود" کو۔ وہ حبیرہ ابن اسود حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا حقیقی بہنوئی۔ اور چچازاد بہن کا خاوند ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی بہنوئی۔ ابوطالب کا داماد، خاندان بنوہاشم کا داماد وہ تھا۔ لیکن پوری تاریخ وسیرت کہتی ہے "کَانَ یَھْجُوا النَّبِیَّ وَیَسُبُّ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا اور گالیاں دیا کرتا تھا۔

تفصیل کا وقت نہیں۔ یہ میرا خاص موضوع ہے جس پر میں نے 40 برس تحقیق کی کہ حضور علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی فتح کے وقت میں مکہ مکرمہ کی فتح کے وقت میں جو اقدامات کیے تھے فوری ہنگامی ایمرجنسی آرڈر، ان میں 20 کے قریب آدمیوں کے قتل کے احکام تھے۔ کیونکہ وحی نہیں آئی تھی۔ اس لیے ان کے قتل کے احکام دے دیے۔ پھر جن کو بذریعہ وحی بچانے کا حکم دیا وہ بچ گئے۔ جن کی قسمت میں نہیں تھا وہ ختم ہوگئے۔ ابوجہل کا بیٹا (سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ) بچ گئے۔ حضور علیہ السلام اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا بہنوئی بھاگ گیا "فَرّ اِلَی الْیَمَنِ فَمَاتَ ھنا کَافِراً نَصْرَانِیاً"۔ "حبار ابن اسود" بھی فتح مکہ کے دن چھپے ہوئے تھے۔ اور یہ وہی "حبار ابن اسود" ہیں کہ جس نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی دخترِ نیکِ اختر، سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی سب سے بڑی بہن حقیقی بہن، ام المؤمنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہونے والی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک خون سے جس کا جسم متشکل ومتجسد ہوا، وہ سیدہ زینب بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ کے ایک کونے میں (کوکھ میں) جس شخص نے نیزہ مار کر حمل ساقط کیا تھا یہ وہ حبار ابن اسود تھا۔ فتح مکہ کے دن "کَانَ قَدِ

استتـــر ‘‘ چھپے ہوئے تھے۔ اور داؤ لگا کر بیٹھے تھے کہ ایسا وقت ملے اور لوگوں سے پوچھتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کل پرسوں سے کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا ’’یَعۡفُوۡا عَنۡ کَثِیۡرٍ‘‘ معافی مل رہی ہے۔ تو انہوں نے دوپہر کا ایسا وقت تاڑا جب اکثر صحابہؓ آرام کر رہے تھے، بھاگ کر آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمرے میں پہنچ گئے۔ حضرات صحابہؓ نے جو دیکھا تو شور مچ گیا۔ صحابہ مسلح تھے۔ تلواریں نیزے لے کر کھڑے ہو گئے۔ صحابہ کہنے لگے ’’ یَا اَصۡحَابَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ! لَا یَفُوۡتُکُمُ الَّذِیۡ یَسُبُّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ‘‘ آج دشمن قابو آ گیا ہے، جانے نہ پائے، پکڑ لو’ھذ احبار ابن اسود‘ یہ وہ ہے جس نے ’’زینب بنت محمد رضی اللہ عنہا کا پیٹ چاک کیا تھا۔

کہا کرتا ہوں نا میں کہ ہمارے ہاں کسی کی بہو بیٹی کی بے عزتی ہو جائے، صدیوں تک انتقام ختم نہیں ہوتا۔ لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی کے ساتھ جو سلوک ہوا ہے، اس کے بعد بھی...... کیونکہ یہ مسئلہ خدا کے دین سے تعلق رکھتا تھا، حضور علیہ السلام کو حق پہنچتا تھا، ذاتی انتقام لینے کا، آپ نے وہ بھی معاف فرما دیا۔

بے شک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے ساتھ میدانِ کربلا میں اور اس کے بعد بہت سے مقامات پر بدترین سلوک ہوا ہے۔ اور میرا یقین ہے کہ اماں فاطمہ رضی اللہ عنہا اگر زندہ ہوتیں اور وہ یہ سلوک دیکھتیں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے ساتھ وہ یقیناً حکم دے دیتیں کہ ان میں سے ایک ایک موذی سے انتقام لو، ان کو ہم نے تو کوئی دکھ نہیں پہنچایا تھا، انہوں نے کس چیز کا بدلہ ہم سے لیا ہے۔ لیکن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا بدلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود معاف فرمایا۔ ان کے پیٹ میں بچہ تھا۔ ایک خادمہ ساتھ تھیں، اس کو لے کر وہ نکلی ہیں مکہ مکرمہ سے۔ تو جس طرح ہوتا ہے نا یہ ٹانگے کا اڈا...... موٹر اسٹینڈ...... جنرل بس اسٹینڈ...... ایئر پورٹ...... ایئر پیڈ...... ہیلی پیڈ...... ہمارے اڈے ہیں نا؟ ریلوے اسٹیشن وغیرہ۔ اڈا جو تھا جہاں سے اونٹ روانہ ہوا کرتے تھے مدینہ منورہ کی طرف وہاں تک سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) آ گئیں، تو حبار ابن اسود کو لوگوں نے جا کر بتایا کہ نبی کی لڑکی تو جا رہی ہے۔ خاندانِ رسول تو سارا کھسک رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے کے لیے کوئی صورت ہونی چاہیے۔ تو لونڈوں کا غول اکٹھا کیا...... جوانانِ عزیز جو کالج کے سٹوڈنٹ ہیں، یہ سکول میں پڑھتے ہیں، جو ہر دومنٹ کے بعد پتھر مار، شیشے مار، پھول گملے توڑ وغیرہ جو اپنے مخصوص کام انجام دیا کرتے ہیں وہ ذرا سوچیں کہ یہ سنت مکے کے کافر لونڈوں کی ہے شریفوں کا کام نہیں ہے۔ دخترِ رسول کو جب مکے سے نکالا گیا تو جو اُن کے ساتھ سلوک ہوا، آج وہ ہمارے نوجوانونِ عزیز اپنے مخالفین سے روا رکھتے ہیں، یہ سلوک شریفوں کا نہیں ہے، یہ دشمنانِ خدا اور رسول کا طریقہ ہے۔ ہاں اختلاف ہو تو کرو لیکن پتلون پھاڑ دینا، پرنسپل کو کمرے میں بند کر کے اس کی مرمت کر دینا، پروفیسروں کو پلستر کر دینا، ساتھ ساتھ جی سر، جی جی کہتے جانا اس کے پتلون بھی پھاڑ دینا اور اس کے ناک کو زمین پر رگڑ کر...... پھر یہ حکم کرے گا؟

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ مسند تفسیر کی گدی پر

حضرت عبداللہ بن عباس، سب کہو! رضی اللہ عنہما، عمر میں اکثر صحابہ کرامؓ سے چھوٹے تھے، جو صحابہ کرامؓ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے آئے وہ تو بہت معمر، فاروق اعظمؓ کے دور میں سیدنا عمر فاروقؓ نے انہیں شیخ التفسیر کی گدی پر بیٹھا کر صحابہ کرامؓ سے فرمایا: ''یہ درس قرآن دیا کریں گے ان کا درس سنا کرو'۔ مشہور واقعہ ہے۔ '' السابقون الاولون'' میں ''حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ'' وہ بزرگ ہیں کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو تپتی ریت پر لٹا کر سینہ پر پتھر رکھا گیا تھا، ان (حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ) کو انگاروں پر لٹایا گیا۔ اور ان کی پوری پشت (گردن سے لے کر سرینوں تک) جل کر یوں ہوگئی کہ جیسے کسی کو پھلبہری سے سفید ہو جاتی ہے۔ انہوں سے دور سے دیکھا، لاٹھی ٹیکتے ہوئے آئے، کہتے ہیں ''ما ھذا'' یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ گدی بن گئی؟ ''لانہ ابن عمِ رسولِ اللہ'' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا بیٹا ہے تو تم نے گدی پر بیٹھا دیا ہے۔ کہا کہ کھالیں ہماری جلیں، خون ہمارا بہے، ہڈیاں ہماری ٹوٹیں، یتیم ہمارے بچے ہوں، اور شیخ التفسیر کی گدی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا بیٹا بیٹھے! ''لن یکونَ'' یہ نہیں ہوگا۔ وجہ بتاؤ کہ یہ کیوں بیٹھا ہے؟ کہنے والے کے لیے آفریں، سننے والے کے لیے آفریں، اور بنانے والے کے بھی آفریں۔ فاروقِ اعظمؓ کے پاس اسی طرح لاٹھی ٹیکتے ہوئے پہنچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کیا کیا ہے تم نے؟ (فاروق اعظمؓ) کہنے لگے! ''واللہِ ما فعلتُ ذالک لقرابتِ رسولِ اللہ'' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری کی وجہ سے ایسا نہیں کیا، بل قال دعا نبینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہ'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دعا دی تھی۔ ''اللھم علمہ القرآن، اللھم علمہ التاویل'' اے پروردگار! اسے قرآن سمجھا دے، علمِ تفسیر عطا فرمادے۔ (دوران گفتگو ایک سوال کا جواب دیا جا رہا ہے)

سوال: ابولہب کافر ہے کسی مولوی کے کہنے پر اس کے عذاب میں تخفیف تسلیم کی جائے؟

جواب: کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اللہ تعالیٰ کا جو دستور ہے وہ سزا معاف تو نہیں ناں ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تخفیفِ عذابِ ابوطالب کے قائل ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کو اختیار تو ہے نا! دنیا کے قانون میں قتل کے قیدیوں کو بھی چھٹی مل جاتی ہے۔ عمر قید کے قیدیوں کو سال میں تین ماہ کی تخفیف ہو جاتی ہے۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں، ایک مسئلی ہے۔

تو سیدنا عبداللہ عباسؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی تھی۔ کیوں کہ تہجد کے وقت بھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے تھے۔ تو ان کی خالہ جان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ تھیں، عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی سالی تھی تو اس رشتے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھانجے بھی تھے اور چچا کے بیٹے ہونے کی حیثیت سے بھائی بھی تھے۔ اور ایمان لانے کی حیثیت سے صحابی بھی تھے۔ اور خاندان کی وجہ سے بنو ہاشم میں سے بھی تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے آلِ رسول میں بھی داخل تھے۔ فضیلتیں تھیں۔ سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا

خدا گواہ ہے میں نے صرف خاندانِ رسول کی وجہ سے گدی پر نہیں بیٹھایا۔ دعاءِ رسول کی وجہ سے بیٹھایا ہے۔ آسان صورت یہ ہے کہ تم امتحان لے لو۔ کہتے ہیں ہاں یہ ٹھیک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ درس قرآن دے رہے تھے، تو سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ آ کر محفل میں بیٹھ گئے۔ درس قرآن سنا تو فرمایا کہ "الآن صحیحٌ" اب ٹھیک ہے (اس مسند پر) بیٹھ جائیں۔ حق گو وہ تھے اور حق سننے والے وہ تھے۔ استاد چھوٹی عمر کا تھا اور پہلا معترض کون تھا؟ شاگرد تھا۔ وہ بڑے بڑے صحابہ تھے جو سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ مہاجرین، انصار، زخموں سے زمین کو سیراب کرنے والے، جن کے خون سے ارض عرب سیراب ہوئی۔ جن کی قربانیوں کے چرچے اب تک فرشتوں میں ہیں۔ کافروں کو بھی جن کے ایثار کا اعتراف ہے۔ خیر اس بحث کو چھوڑتے ہیں۔

(دوران گفتگو ایک اور سوال کا جواب دیا جا رہا ہے)

سوال: عشرہ مبشرہ، اصحاب بیعت رضوان، بدری صحابہ جن کی بیعت میں شامل تھے ایک عالم نے ان کی غلطی بتا دی تو کیا حکم ہے؟

جواب: ہمیں صحابہ کرامؓ کی غلطیاں بتانے کا کوئی حکم نہیں ہے، لیکن اگر کسی صحابی نے دوسرے صحابی کی غلطی بتائی ہوئی، وہ نقل کر سکتے ہیں۔ ہمیں صحابہ کی غلطیاں نکالنے کا حق نہیں۔ بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

مجھے کچھ کہنے دیں میں دو تین حدیثیں سنانا چاہتا ہوں وہ رہ جائیں گی پھر۔ مجھے معاذ اللہ! سیدنا علی المرتضیٰ و سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کی غلطیاں بیان نہیں کرنیں، دونوں برسرِ حق تھے۔ امت کا عقیدہ اتنا ہی ہے کہ زیادہ حق سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔ یہ مسئلہ بہت لمبا ہے میں بیان کرتا رہوں مجھے اس میں کوئی جھجک نہیں۔ الحمدللہ! کسی کا رعب اور دھونس بھی مجھ پر نہیں کیونکہ یہ میرا اور میرے باپ کا مذہب نہیں یہ امت کا مذہب ہے۔ مجھے اس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ غلط بات کو صحیح نہیں مانوں گا، صحیح بات کو صحیح سمجھوں گا اور بیان کرنے سے چوکوں گا نہیں، چاہے کسی ذاتی مسلک کو تکلیف ہوتی ہو، کسی شخص کو انفرادی طور پر اگر برا معلوم ہوتو ہوتا رہے، امت کا مسئلہ کسی کی ذات کے لیے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ بہر حال استاد عمر میں چھوٹا بھی ہو سکتا ہے۔ اتنی سی بات ہے آپ مجھے مین لائن سے برانچ لائن پر لائیں گے کام خراب ہو جائے گا۔

جد السادات ابو طالب کی بات تھی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ابا جان کی بات تھی۔ سیدوں کے دادا ہیں نا بھائی! اب دادے کا مذہب کوئی ضروری تو نہیں کہ اولاد اپنائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادوں میں سے بے شمار لوگ تھے جو ملت ابراہیمی پر عامل تھے۔ لیکن انہی کے خاندان میں وہ افراد بھی آ گئے جنہوں نے مذہب چھوڑ دیا۔ خواجہ ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کی ہوئی توحید کو دل سے سمجھا بھی ہو جیسے تورات والے یہودیوں نے سمجھا لیکن کلمہ تو نہیں پڑھا؟ تو کیا ہو گیا؟ اب اس میں کسی کو کیا بحث ہے؟ بھائی نہیں پڑھا۔ اگر نہیں پڑھا تو ہم کسی کو زبردستی

مسلمان نہیں کہیں گے۔ آپ کو سمجھ آ رہی ہے؟ ابولہب، ابوجہل، ابوطالب نے کلمہ نہیں پڑھا۔

جس کا کلمہ نہ پڑھنا پوری امت کے اتفاق سے، کتاب وسنت، اجماع امت سے ثابت ہو اس کو مسلمان کہنا کفر ہے۔ توہینِ کتاب وسنت ہے۔ خرق اجماع ہے۔ اور جس کا کلمہ ثابت ہو کتاب وسنت اور اجماع امت سے اس کو مزاحم کہنا یا منافق کہنا یا کافر کہنا یہ بھی کروڑ جہنمیوں کا عمل ہے۔ کسی شریف انسان اور حلالی کا عمل نہیں۔ بات لمبی ہو جاتی ہے۔ خیر میں نے حدیث پڑھی اس کا ترجمہ کردوں اس کے بعد موضوع کی طرف آتا ہوں۔ سنت پوری ہو جائے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس سے بات چلی تھی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ میں تشریف لائے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں علماء کی بہت بڑی فوج تیار کی تھی۔ اور امام اعظم علیہ الرحمہ کی فقہ کا سر چشمہ یہیں ہے۔ سیدنا علی بن ابی طالب وسیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما وہ فقہ جعفری نہیں تھی، وہ فقہ اسلامی حنفی تھی جو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں کو سکھائی۔ یہ تو ساڑھے تین سو برس کے بعد وہ شیطانِ اعظم، بنوعباس میں مجوسیوں کا ایجنٹ، ابن سبا کا نطفہ ناتحقیق معزالدین دیلمی خبیثِ اعظم، وہ دجال اور بدمعاش جس نے ساڑھے تین سو برس کے بعد عباسیوں کو لڑکیاں دے کر ان کے دین کی دیوار میں ڈائنامیٹ لگایا اور نیا مذہب بنایا۔ یہ اس کی کارکردگی ہے۔ نہ جعفر صادق رحمہ اللہ نے ایسا کیا۔ نہ محمد الباقر نے ایسا کیا۔ نہ علی الرضا کا یہ مسلک تھا۔ نہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خاندان میں اس فقہ کا کوئی وجود ہے۔ اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کوئی فقہ موجود ہے تو یقیناً امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے ہوتی ہوئی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ہوتی ہوئی الحمدللہ ثم الحمدللہ ہمارے پاس محفوظ ہے۔ ہم کسی جعلی خدا کو نہیں مانتے، جعلی رسول کو نہیں مانتے، جعلی صحابی کو نہیں مانتے، جعلی امام کو نہیں مانتے، جعلی فقہ کیسے مان لیں۔ ہم نہیں مانتے۔ فقہ تو ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا جوتا ہمارے سر کا تاج ہے۔ ان کی بات سچے ذریعے اور وسیلے سے ثابت ہو جائے آمنا وصدقنا! خدا کے نام پر کہی ہوئی جھوٹی بات نہیں مانتے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نام پر فراڈ کو کیسے مان لیں؟ خدا کے نام پر لوگ دھوکہ دے رہے ہیں۔ رسول کے نام پر لوگ دھوکہ دے رہے ہیں کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کوئی آدمی مر جائے تو اکٹھے ہو جایا کرو اور ساتھ بھات پکا کر رویا کرو، حلوے کا حوض ہو یا کھیر کا پرات وتالاب ہوئے، ایک قالین بچھایا ہو، حضور پاک نے فرمایا ہے۔ کہاں فرمایا ہے؟ کتاب میرے دادے کے پاس ہے ابھی ملی نہیں۔ تیونس میں چھپی ہوئی ہے۔ ایک غار کے اندر رکھی ہے۔ امام مہدی ایک گدھے کے اوپر بیٹھ کر اسے لائے گا۔ یہ بکواس ہم نہیں مانتے۔ کچھ ہے تو یہاں لاؤ۔ ھاتو ابرھانکم

ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا فراڈ نہیں مانتے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نام پر جعل سازی کو کیسے ہضم کر جائیں؟ سچی بات لاؤ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تو بہت دور کی بات ہے، ان کے غلام قنبر سے سچی حدیث سنوا دو ہم سر جھکا دیں گے، قنبر ان کا غلام ہے۔

تین ہزار آدمیوں کو لے کر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا۔ تو سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدین حسنین کریمین رضی اللہ عنہما تھے، سیدنا محمد بن حنفیہ تھے، سیدنا عباس تھے، یہ سب بچے ساتھ تھے، معصوم بچیاں تھیں، باندیوں اور بیویوں سے جو اولاد تھی اس وقت سب ساتھ تھیں، صاحبزادیاں تھیں، سارا خاندان ساتھ تھا، سارے مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے آ گئے، ان کی فراست یہ معلوم کر چکی تھی کہ میں اگر مدینہ میں رہتا ہوں تو تصادم ناگزیر ہے اور جو سانحہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ہوا، شہر مدینہ کی جس طرح توہین کی گئی کہ جو دو ہفتے تک مسجد نبوی میں کوئی شخص سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سوا نماز نہیں پڑھا سکا۔ یزید کے دور میں بھی مسجد بند ہوئی مجھے انکار نہیں اور حسینی سیدوں کے زمانے میں بھی مسجد نبوی بند رہی مجھ سے یہ بات مت کھلواؤ، یہ واقعات کئی دفعہ ہو چکے ہیں۔ لیکن خود سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں، سیدنا عثمان غنی کی شہادت کے بعد 18 ذوالحجہ سے لے کر دو ہفتے اور ساتھ ملا لو، کسی عشرہ مبشرہ کے رکن کو بھی پانچ وقت کی نماز پڑھانے اور جمعہ پڑھانے کی اجازت نہیں تھی۔ سبائیوں نے کہا کہ ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اچھا سمجھتے ہیں، وہی نماز و جمعہ پڑھائیں گے۔ ''وکان یصلی بالناس'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی نماز پڑھاتے تھے اور خطبہ دیتے تھے۔ ''اتی رجل من المصر ھو کان ازرق واشقر''۔ وہ قاتلوں میں شمار تھا۔ ''اسمہ حمارٌ'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں ایک شیطان تھا ان کا نام تھا جنابِ حمار! حمار آپ جانتے ہیں کس شخصیت کا نام ہے؟ حضرتِ گدھا۔ حضرتِ خر، حضرت کھوتا صاحب، انگریزی میں ڈنکی۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں کیسے کیسے معزز لوگ شامل تھے۔ ان میں سے ایک کا نام ہے جنابِ حمار۔ یہ شیطان بھی اس میں شامل تھا۔ قتل کے واقعے سے چند دن پہلے ''ججاح غفاری'' ایک شخص ہے وہ اٹھا، ''فاخذ العصا من ید عثمان فانکسر علی رکبتہ'' حضرت عثمانؓ کے ہاتھوں سے لاٹھی چھین کر، ان کے گھٹنے پر (اتنے زور سے) مارا کہ لاٹھی ٹوٹ گئی۔ یہ واقعہ ہو چکا تھا۔

اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے، اس نے دنیا میں بدلہ لینے کا قانون نہیں رکھا لیکن نمونہ دکھا دیتا ہے۔ ''فما حال حول'' سال نہیں گزرا تھا ''فاخذتہ الاکلت'' ہاتھ میں کیڑے پڑ گیا۔ اس نے پورا ہاتھ کھا لیا؛ ''فمات منہ'' یہ اسی بیماری سے مر گیا۔ یہ حالات ہوئے تھے جس وجہ سے مسجد بند ہوئی تھی۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سمجھ گئے تھے کہ اگر خلافت کی بیعت کے بعد اب بھی (مدینہ) میں رہتا ہوں...... تو بنوامیہ میں اشتعال ہے، وہ معاذ اللہ! مجھے قتل میں شریک سمجھتے ہیں۔ سبائیوں کا الگ غلبہ ہے، خاندانِ رسولؐ نرغے میں ہے، میں (مدینہ میں) رہتا ہوں قتل و غارت میرے ساتھ ہوگی۔ ''فترک المدینۃ فاتی الی الکوفۃ'' اس لیے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ میں آ گئے۔ اور (سیدنا علیؓ کو) حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث یاد تھی۔ آپؐ فرماتے تھے کہ میری شہادت مدینہ میں نہیں ہوگی، مجھے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی رکھی ہے کہ تم اس وقت شہید ہو گئے، جب ہجوم زیادہ ہوگا (بیماری کے سبب انتقال نہیں ہوگا) پورا

واقعہ آگے بیان کروں گا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی تھی۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی موت مدینہ میں آ ہی نہیں سکتی تھی۔ وہ پیشگوئی تقدیرِ خداوندی بن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کوفہ لے گئی اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں لے گئی۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر وسائل سے آتی ہے نا، اپنے آپ تو کچھ نہیں ہوتا۔ تو یہ تقدیرِ الٰہی میں تھا۔

بات لمبی نہ ہو جائے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ نے (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا) استقبال (کوفہ میں) کیا۔ وہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ...... میرے پاس بات کرنے کا بہانہ ہے۔ حدیث شریف پڑھی ہے دل چاہتا ہے کہ اس کا ماحول کچھ سمجھ میں آجائے۔ آپ بھلا دیتے ہیں۔ مجھے بھی بھول جاتا ہے۔ میرا حافظہ بھی بہت کمزور ہے، ابا جی والا نہیں۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ ان باتوں کو یاد رکھنے کی توفیق دیں، جن میں دین کا مفاد ہو۔

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَسَلَّطَهُ عَلٰی هَلْكَتِهِ فِی الْحَقِّ وَ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِیْ بِهَا وَ يُعَلِّمُهَا (متفق علیہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حسد یوں تو بہت بڑا روحانی روگ ہے۔ لیکن اگر دنیا میں کسی چیز پر حسد کرنا جائز ہے تو وہ دو چیزیں ہیں۔ جب اس پر حسد کیا جائے تو وہ حسد نہیں رہے گا، اس کو فارسی میں ''رشک'' کہتے ہیں، عربی میں ''غبطہ'' کہتے ہیں۔ (یعنی) آگے بڑھنے کا شوق۔ ''شوق السبقۃ الی الخیرات'' نیکیوں میں آگے دوڑ لگانے کا جذبہ۔ یہ عیب نہیں۔ مثلاً ایک شخص نے سنا کہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے پوتے، مولانا محمد شریف جالندھریؒ کے صاحبزادے مولانا قاری محمد حنیف جالندھری دامت برکاتہٗ صاحب، حافظ قرآن بھی ہیں، اب دو ہزار حدیثیں یاد ہوگئی ہیں۔ دعا کرو اللہ کرے یاد ہو جائیں۔ تو دوسرا کوئی ارادہ کرلے کہ چاہے استاد کا بیٹا ہے میں اس کو ہرا دوں گا۔ میں تین ہزار حدیثیں یاد کروں گا۔ یہ حسد نہیں یہ نیکی و عبادت ہے۔ ''یسارعون الی الخیرات'' اس نیکی میں دوڑ لگانا جائز نہیں بلکہ ضروری ہے۔ آگے بڑھو۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں یہی کچھ ہوتا تھا۔ صبح کو پوچھتے تھے ''کم صلیت اللیلَ'' بھائی آج رات کتنے نفل پڑھے؟ وہ کہتے کہ ''انی نمتُ''، کنت ضعلان' کہنے لگے، افسوس، ویلک وسعتِ اللیل و ما صلیتَ و ما قمت ؟ ساری رات گذر گئی تم اٹھے ہی نہیں، تم آدمی ہو؟ صحابہ کرامؓ کے دور میں رات کو نہ اٹھنا حیرت انگیز تھا۔ اب دن کو بارہ بجے اٹھنا بہت افسوس ناک ہے۔

فرمایا کہ دو باتوں میں حسد کرنا جائز ہے۔ کون کون سی؟ ''**رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَسَلَّطَهُ عَلٰی هَلْكَتِهِ فِی الْحَقِّ**'' ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ دولت دے دیں۔ اور وہ دولت بھی حلال کے راستے سے آئے۔ اس میں سود، رشوت، خیانت، غصب، چوری، ملاوٹ، ہیرا پھیری نہ ہو۔ ایسا (پاک) مال اس کے پاس آجائے، تو صرف ذات کی عیاشی پر نہ

لگائے، بلکہ نیک کاموں میں صرف ہو، اس کے محلے میں کوئی بیوہ روٹی سے اس کا گھر خالی نہ ہو، اور اس کے محلے، علاقے کا کوئی یتیم بچہ کپڑے سے خالی نہ ہو، اور اس کی گرد کا کوئی غریب، کوئی مسافر روٹی سے محروم نہ ہو، اور اس کے محلّہ میں کوئی مسجد پانی کی فراوانی کے لیے، (گرمیوں میں) پنکھے کے انتظام سے محروم نہ ہو۔ اس کا نیک کاموں پر مال لگے، فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو نیک کام کے اندر مال کو فنا کرنے کے لیے مقرر کر دے، اس کی فطرت کو لوگ دیکھ دیکھ کر یہ کہیں کہ مولویوں کے زیر اثر آیا تباہی مچادی ہے، کیا بات ہے؟ کہ مال و دولت ختم ہوگئی ہے، اولاد آ گئی ہے کہ ہمارے والد صاحب بہک گئے ہیں انہیں سمجھاؤ! مولویاں دے قابو آ گیا (مولوی کہندے نے کہ دے زکاتاں، اے مدرسے نوں دے ای جانداا ے۔ ایسے ایسے نمونے آئے ہیں کہ جن کی تصویریں دیکھ کر حضرت شیطان بھی ہنستے ہوں گے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جن آدمی کو اللہ تعالیٰ حلال کا پیسہ دیں، وہ اس پیسے کو دین کے رستے میں فنا کرنے کی توفیق پر مقرر کر دیں تو اس پر حسد کرنا جائز ہے۔ کیا؟ کہ تم بھی دعا مانگو کہ یا اللہ! اس سے دگنی دولت ہمیں دے، تاکہ ہم دین کے رستے میں وہ دگنی دولت بھی فنا کر دیں، خرچ نہیں فنا کر دیں، ”ھلکتہ“۔ ایک ایسا آدمی جن پر رشک کرنا ضروری ہے۔

اور دوسرا آدمی ” وَ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَ يُعَلِّمُهَا“ ایک آدمی جس نے دین کا علم حاصل کر لیا، حافظ، قاری بن گیا تو بچوں کو حفظ کرانے میں ساری عمر گزار دی۔ قاری بن گیا تو سبع عشرہ پڑھاتے ہوئے عمر گزار دی، شاگردوں کی لائن لگادی، سب کو کوآری صاحب یا قاری صاحب بنا دیا۔ ایک ہوتا ہے قاری، ایک ہوتا ہے کواری۔ ایک ہوتا ہے ضرب کاری۔ تین درجے ہیں۔ اصل میں قاری ہے۔ ہمارے ہاں قاری رحیم بخش صاحب تھے ناں؟ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ وہ قاری تھے۔ نہ وہ کواری تھے نہ ضرب کاری۔ قاری تھے، فن ان کو آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجے بلند فرمائیں۔ اسی طرح ہم نے اپنے استادؒ سے، جن سے میں نے قرآن کریم کی تصحیح کی، کم از کم دو ہزار حافظوں کے استاد تھے۔ حضرت مولانا حافظ قاری کریم بخش صاحب شاہجہانپوری صاحب رحمہ اللہ علیہ۔ امرتسر میں چالیس سال پڑھایا۔ ان کے شاگرد (حفاظ) دو ہزار سے کم نہیں تھے۔ اور امرتسر کی تین لاکھ کی آبادی میں پچاس برس کے اندر کوئی مسجد ایسی نہیں تھی شہر یا گاؤں میں، جس میں ان کا براہ راست یا بالواسطہ کوئی شاگرد امام نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ فیض جاری کیا ہے۔ لاہور میں کرشنا گلی کے اندر، حضرت شیخ حسام الدین مرحوم کے مکان سے شمال مغرب کی جانب ان کا انتقال ہوا ہے۔ ایک بیٹا ان کا موجود ہے جسکا نام ”عطاء الکریم“ رکھا تھا۔ تو اللہ کا دیا ہوا دین کا علم کسی کو مل جائے وہ اس دین کے علم کو خرچ کرتے ہوئے پڑھاتے ہوئے مر جائے، نہ صحت کی پرواہ کی، نہ گھر بار کی زیادہ فکر کی، بس زندگی لگادی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایسا آدمی تو اس قابل ہے کہ اس پر رشک کیا جائے، حسد کیا جائے۔ (جاری ہے)

خطاب: ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ (ناقل: فیصل اشفاق) (قسط نمبر: 1)

الحاد فی الدین کے طُرق

تاریخ: 16 اکتوبر 1992ء مقام: دار بنی ہاشم، ملتان

الحمد لله الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن له شریک فی الملک ولم یکن له ولی من الذل وکبره تکبیرا سبحانه و تعالیٰ عما یقولون علوا کبیراً ،و نشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له، وَ نَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، ارسله بالحق بشیراً و نذیراً وداعیا الی الله باذنه وسراجا منیراً صلی الله تبارک و تعالیٰ علیه و علی آله وازواجه و اصحابه وبارک وسلم تسلیما کثیراً کثیرا،

اعوذ بالله من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمٰن الرحیم

إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا أَفَمَن يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَم مَّن يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (سورۃ فصلت: 40)

صدق الله مولانا العظیم

’’اللّٰهم صلّی علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ إبراهیم وعلیٰ اٰل إبراهیم إنک حمید مجید‘‘

’’اللّٰهم بارک علیٰ محمد و علی اٰل محمد کما بارکت علیٰ إبراهیم وعلیٰ اٰل إبراهیم إنک حمید مجید.‘‘

اللهم عطه المقعد المقرب عندک یوم القیامة (مسند الامام احمد)

اللهم انزله المنزل المقرب عندک یوم القیامة

قرآن سے دوری جہالت ہے

بزرگانِ محترم، برادرانِ عزیز، عام حالات میں لوگ اخبارات، رسائل، جرائد میں مضمون لکھتے ہیں، بڑے علامہ بنتے ہیں، اصل میں قرآن مجید سے ناواقفیت اور قرآن کا علم نہ ہونا یہ ساری ہلاکتوں کی بنیاد ہے۔ جو آدمی بہت پڑھا لکھا کہلاتا ہے اور قرآن پاک کی بات اس کو نہیں آتی وہ پڑھا لکھا نہیں، بالکل وہ پڑھا لکھا نہیں۔ پھر سنئے! لوگ جس کو بہت پڑھا لکھا کہیں، اور اسے قرآن پاک نہ آتا ہو، نہ لفظ آتے ہوں نہ معنی جانتا ہو، وہ پڑھا لکھا نہیں ہے۔

آپ سمجھتے ہیں کہ منہ ٹیڑھا کر کے جو انگریزی بولے وہ پڑھا لکھا ہے۔ اور ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ جس کو قرآن پاک نہیں آتا، لفظ بھی، اور معنی بھی، وہ پڑھا لکھا نہیں۔

الحاد کی مثال نمبر 1:

الحاد کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ قرآن فرماتا ہے کہ ''إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا'' جو لوگ الحاد کرتے ہیں ہماری آیتوں میں، یعنی اپنی مرضی کا اور اپنی طبیعت کی مناسبت سے معنی کرتے ہیں۔ مثلاً پردے کے معنی۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ پردہ دل کا ہونا چاہے۔

جس طرح ''حضرت مولانا'' ذوالفقار علی بھٹو رحمہ اللہ نے اپنی بیٹی اور اپنی بیوی کو یہی فتویٰ دیا ہوگا۔ نصرت بھٹو نے لکھا ہے کہ میں پہلے برقعہ پہنا کرتی تھی، لیکن ایک روز میرے ابا نے کہا کہ پردہ تو دل کا ہوتا ہے۔ اس کو الحاد کہتے ہیں۔

اللہ پاک نے پردے کا یہ معنی بیان فرمایا کہ **''یا یھا النبی قل لازواجک وبناتک ونسآء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن''** (الاحزاب) اپنی بڑی چادر۔ جلباب کہتے ہیں بڑی چادر کو۔ دوپٹہ کو نہیں کہتے۔ اس کے لیے لفظ ہے ''خمر''۔ **''بخمرھن علی جیوبھن''** کہ دوپٹے اپنے کندھوں پر ڈال لیں۔ اور جلباب کہتے ہیں بڑی چادر کو وہ جو سارے جسم کو ڈھانپ لے۔ یہ میڈ اِن ایران چادر نہیں۔ جو چادر قرآن کریم کہتا ہے وہ چادر۔ اس کی تعبیر اپنی مرضی سے کرنا، غلط۔ یہی الحاد ہے۔ ایک الحاد تو یہ ہوا کہ چادر کا مفہوم ایران نے متعین کر دیا کہ وہ فیشن ایبل، خوبصورت، پُرکشش، بڑی لذیذ اور آنکھوں کو بڑا مزہ دینے والی، وہ چادر اوڑھ لو۔ سینہ، پیٹ، کمر، پشت سب کچھ ننگا ہو، ادھر سلوٹیں بھی نظر آتی رہیں۔ یہ ایک قسم کا الحاد ہے۔

دوسرے قسم کا الحاد وہ ہے جو ''مولانا'' ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے فرمایا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ پردہ تو دل کا ہوتا ہے۔ اور یہ محترمہ بیگم آصف علی زرداری صاحبہ نے ''ایشیا کی بیٹی'' میں لکھا ہے، ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے۔ اور پھر آہستہ آہستہ بے پناہ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا ہے کہ جناب پردہ تو دل کا ہوتا ہے۔ پھر پورا لباس اتار دو۔ موجاں ہی موجاں۔ پردہ جو دل کا ہوا۔ اس کو بھی الحاد کہتے ہیں۔ دین کی وہ تعبیر کرنا جو اللہ کے بتائے ہوئے طریقے، نبی کے بتائے ہوئے طریقے سے کنارے پر ہو جائے۔ ایک کنارے پر!...... لحد کہتے ہیں نا قبر کو؟ قبر کی لحد کنارے پر بنتی ہے، اسی لیے اس کو لحد کہتے ہیں کہ وہ کنارے پر ہوتی ہے۔ دین سے کنارے پر ہو جانا یہ الحاد ہے۔ **''یلحدون عن ادلتنا فی آیتنا''** جو الحاد کرتے ہیں ہماری آیات میں ہمارے دلائل سے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ **''یدنین علیھن من جلابیبھن''** بڑی بڑی چادریں اپنے اوپر ڈال لو جو تمہیں ڈھانپ لیں۔

مسٹر خمینی کہتا ہے کہ تم ولایتی چادر لو، جو کچھ کچھ ننگا ہونے کی اجازت دیتے ہیں، مثلاً چہرہ، سینہ، آستین، پیٹ باقی کیا رہ گیا۔ باقی جو بچہ اس کا بھی پردہ نہ کرو، کیا فرق پڑتا ہے۔''مولانا'' ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ پردہ دل کا ہے۔ اور مولانا آیت اللہ خمینی نے کہا کہ اس طرح کی چادر لو۔ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ ''یدنین علیھن من جلابیبھن'' اپنے اوپر، جس سے تمہارا چہرہ ہاتھ ڈھانپ دیے جائیں۔ اور فقہاء نے یہی لکھا ہے۔

الحاد کی دوسری مثال

مثلاً قرآن نے کہا کہ ''والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما ''(المائدہ:38)

روافض نے کہا کہ انگلیاں کاٹ دیں۔ اب ان انگلیوں کو''ایدیہ'' کون کہتا ہے؟ ان کو''ید'' کہتے ہیں؟ ہاں''جزء من الید'' کہ یہ ہاتھ کا ایک چھوٹا سا (ناکارہ یا باکار) حصہ تو ہے لیکن پورا ہاتھ نہیں ہے۔ اس سے آگے کلائی ہے، آگے کہنی ہے، آگے کندھا ہے۔ دین کی وہ تعبیر جو اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے الگ کر دے، کنارے پر کر دے، یہ الحاد ہے۔ ''ان الذین یلحدون''

الحاد کی تیسری مثال

مثال کے طور پر مکہ کے مشرکوں نے لات۔۔۔۔لات بت تھا نا؟ وہ کہتے ہیں کہ یہ''اللہ'' سے نکلا ہوا ہے۔ یہ امام قرطبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ میں تو ہوں ہی کچھ نہیں۔ یہ آج سے 700 سال پرانے مولوی نے لکھا ہے جو بریلویوں اور دیوبندیوں کے بھی اکابر ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے بڑے، امام غزالیؒ سے بڑے، امام ابن تیمیہؒ کے پلے کا آدمی ہے۔ 20 جلدوں میں کتاب لکھی ہے تفسیر قرآن۔ مذاق نہیں ہے۔ یہ تو صرف بات ہے۔ ایک کتاب ہے اس کی۔ ہم سے یہی نہیں پڑھی جاتی ہم لکھیں گے کیا۔ لوگوں نے ایسے ورق کالے کیے ہیں۔ لکھا کیا ہے پچھلوں کی بات بھی صحیح نقل نہیں کی۔ ''ان الذین یلحدون فی ایاتنا'' مشرکوں نے کہا لات اللہ سے نکلا ہوا ہے۔ عزیٰ، عزیز سے نکلا ہوا ہے۔ منات، منان سے نکلا ہوا ہے۔ اب بتایئے اس کو الحاد نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے۔ منان کے معنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اور بتائیں ہیں۔ العزیز کے معنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اور بتائے۔ اللہ کے معنی اللہ نے کچھ اور بتایا۔ لیکن مکہ کے مشرک کہتے ہیں کہ اللہ میں سے نکلا ہے لات۔ العزیز میں سے نکلا ہے عزیٰ اور المنان سے نکلا ہے منات۔ شیطان کے پاس کیسے گھڑے گھڑائے جواب ہیں۔

ان الذین یلحدون فی ایاتنا لا یخفون . وہ نہیں ڈرتے۔ افمن یلقی فی النار خیر؟ جو آدمی آگ

میں ڈالے جائے وہ بہتر ہیں؟ أَم مَّن یاتی آمنا یوم القیامه ؟ یا وہ آدمی بہتر ہوگا جو قیامت کے دن آگ سے بچا ہوا ہو؟ دونوں میں سے کون بہتر ہے؟ پیچھے بھی نہیں دیکھتے، خود بھی نہیں ڈرتے اور لوگوں کو بھی نڈر بناتے ہیں۔ کس بات سے؟ پھر سنیے! دوزخ میں جانے سے اور جنت میں جانے سے۔ ہم دوزخ جنت سے بے پرواہ ہیں۔ ہم نے عبادت کرنی ہے اللہ کی رضا کے لیے، جنت دوزخ کے لیے نہیں۔ واہ کیا کہنے تمہارے فلسفے کے۔

ایک جگہ میں نے دیکھا آپ نے بھی دیکھا ہوگا عجیب گڑبڑ کی ہے دین میں۔ وہ کہتا ہے کہ نہ کوئی ساجد ہے نہ کوئی مسجود ہے نہ کوئی راکع نہ کوئی مرکوع نہ کوئی عابد نہ کوئی معبود نہ کوئی موجود بس وہ آپ ہی آپ ہے۔ یہ کیا ہوا؟

پنجابی کا شاعر ہے بلھے شاہ، شاعر ہے ولی شلی نہیں ہے۔ یہ بھی کہانی ہے۔ شاعر ہے اس نے پنجابی میں فضول بات کہی ہے۔

یعنی اللہ ''رونے والا بھی خود، مرنے والا بھی خود، ماں بھی خود، بیٹی بھی خود، جو مر گیا وہ بھی خود''

یہ دین کی تعبیر ہے؟ اس کو اللہ کہتے ہیں جو ڈرامے کرتا ہے؟ اللہ ماں کی شکل میں بھی ہے، بیٹی کی شکل میں بھی ہے، اللہ مرنے والے کی شکل میں بھی ہے، اللہ رونے والے کی شکل میں بھی ہے، واہ کیا کہنے کہ نہ کوئی عابد نہ کوئی معبود وہی آپ ہی آپ ہے۔ بھائی اس کا نام تو دین نہیں ہے۔ اگر ہر چیز آپ ہی آپ ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو 23 برس مکہ مکرمہ میں مدینہ طیبہ میں اس تقسیم کی کیا ضرورت تھی۔ پھر مکہ والے بھی یہی کہتے تھے کہ اللہ سے نکلا ہے لات۔ لات بت جو ہے ہم اس کو یوں ہی نہیں پوجتے یہ لفظِ اللہ سے نکلا ہے اور عزیٰ کو ہم اس لیے پوجتے ہیں کہ یہ العزیز سے نکلا ہے۔ اور منات تو ہم اس لیے پوجتے ہیں کہ یہ المنان سے نکلا ہے۔ تو دراصل اللہ ہی ہوا۔ اللہ سے نکلی ہوئی شے۔ العزیز سے نکلی ہوئی شے۔ اللہ کی صفات ہیں ناں۔

دوسری جگہ قرآن میں آیا ہے۔

وَذَرُوْا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِی اَسْمَآئِہٖ سَیُجْزَوْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (الاعراف:۱۸۰)

ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے جو اللہ کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں عنقریب ملے گا بدلہ ان کو جو وہ کرتے ہیں۔ کیا بدلہ دے گا؟ اللہ انہیں اچھا بدلہ دے گا؟ کہ انہوں نے ایک بت کا نام لفظ اللہ سے نکال لیا۔ دوسرے بت کا نام اللہ کی ایک صفت میں سے نکال لیا۔ تیسرے بت کا نام اللہ کی دوسری صفت سے نکال لیا۔ اللہ کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ لغت کے اعتبار سے تو صحیح ہے۔ لغوی اعتبار سے لات، عزی اور منات یہ پھر پھرا کے، گھوم گھما کے، تعلیل کر کے یہیں سے نکلتے ہیں۔ لغت کے اعتبار سے غلط نہیں ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی تعبیر کے اعتبار سے 100 فیصد غلط ہیں۔

الحاد کی تیسری مثال:

اب یہ ناچتے ہیں۔قبروں پر سجدہ کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک سجدہ ہوتا ہے تعظیمی اور ایک سجدہ ہوتا ہے عبادت کا۔ بھائی تعظیم ہی تو عبادت ہے یہ کیوں نہیں سمجھتے۔ اسی کا نام الحاد ہے۔عبادت نام ہی تعظیم کا ہے۔ بات سمجھ میں آئی؟ شاہ رکن عالم کو سجدہ کرو، اس کے دادا شاہ بہاءالدین زکریا کو سجدہ کرو اور پاکستان کے موجود امام غزالی کو سجدہ کرو، داتا گنج بخش کو سجدہ کریں یا کہیں چادر والی سرکار کو، سائیکل والی سرکار کو، سرکار بھی تو ایک نہیں ہے۔ ہندوؤں کے بائیس کروڑ دیوتا تھے، یہاں ایک لاکھ سرکاریں تو ہیں۔ بائیس کروڑ دیوتا ہندوؤں کے تھے۔ ایک لاکھ سرکاریں پاکستان میں صرف پنجاب کی ہوگئیں۔ باقی پتہ نہیں کہ کتنی ہیں۔سندھ میں زیادہ۔ پھر ایک اور نام آیا ہے۔ باوا جی۔ اور یہ حقیقت ہے کہ باوا ہندو جوگی کو کہتے ہیں۔ ہندو جوگی کو باوا کہتے ہیں۔ پنڈت کو سادھو کو باوا کہتے ہیں۔ کہنے والے نے کہا کہ باوا جی کہاں جا رہے ہو؟ کہتا ہے کہ باوا فرید شکر گنج ؒ کے پاس۔ حالانکہ وہ اللہ کا بندہ بہت ہی بڑا آدمی تھا۔ بہت ہی بڑا انسان۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا تابعدار۔

اب ایک اور بات سنیئے! لفظِ ولی۔ایک مولوی ہے لاہور کا......بس گلی ڈنڈا کھیلتا ہے۔ جیسے پاکستانی مولوی گُلی ڈنڈا کھیلتے ہیں، الا ماشاءاللہ! وہ کہتا ہے کہ ولی دو قسم کے ہیں۔ نہ خدا نے کہا، نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے، نہ صحابہ کرام اجمعین ؓ نے، یا اللہ یہ کہاں سے آئیں ہیں۔ کہا کہ ولی دو قسم کے ہیں۔ایک تشریعی ولی۔ ایک تکوینی ولی۔ تکوینی والی وہ ہوتا ہے جس کو سب کچھ نظر آتا ہے۔ اور تشریعی ولی وہ ہوتا ہے جس کو کچھ کچھ نظر آتا ہے۔ اب یہ کہاں لکھا ہوا ہے۔ کہیں بھی نہیں۔ قرآن نے ولی کی تعریف کی۔ قرآن نے کہا کہ ''ان اولیائه الا المتقون'' کہ اللہ کے ولی تو متقی ہو سکتے ہیں۔ اور متقی وہ ہو سکتا ہے جو نبی کا متبع ہو۔ تم کہاں سے لے آئے یہ تشریعی اور غیر تشریعی۔ جس طرح مرزا غلام احمد نے کہا کہ ایک نبی تشریعی ہوتا ہے۔ ایک نبی غیر تشریعی ہوتا ہے۔ میں غیر تشریعی نبی ہوں۔ تم نے یہ گھڑ کیا کہ ولی غیر تشریعی ہوتا ہے۔ اور ایک ولی تشریعی ہوتا ہے۔ یعنی ایک ولی شریعت کا پابند ہوتا ہے۔ اور ایک ولی کہ شریعت میں اس کے لیے کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ وہ ننگا پھرتا رہے وہ ولی ہے۔ ملتان میں قمر دین ہوتا ہے۔ اس کو ننگی حالت میں دیکھا ہم عینی گواہ ہیں۔ یہ پٹھانوں کی نوکرانیاں بھی اس کی انگلی پکڑی پھرتی ہوتی تھیں۔ یہ مشکل کشاء ہے کہ ہمیں بھی کچھ دے گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کا نام الحاد ہے۔ یعنی دین کی ایسی تعبیر جو آدمی کو ایک کنارے پر لے جائے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دلیلوں سے ایک کنارے پر لے جائے یہ الحاد ہے۔ اتنی بات سمجھانے کے لیے مجھے یہ مثالیں دینی پڑیں۔ اب جناب میں اپنے موضوع پر لوٹ آؤں۔ **(جاری ہے)**

حافظ عبیداللہ۔(مؤلف ''مطالعہ قادیانیت'') (قسط نمبر:1)

قادیانیت کیا ہے؟

کیا ''قادیانیوں'' (احمدیوں) کے عقائد کفریہ نہیں؟

ملک پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 260 کی شق 3 (ب) میں صریح طور پر قادیانیوں (احمدیوں) کے دونوں گروہوں (قادیانی اور لاہوری) کو ''غیر مسلم'' قرار دیا گیا ہے، اور یہ فیصلہ 1974ء میں پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر کئی دن کی بحث اور ان دونوں گروہوں کے نمائندوں کو بلا کر ان کے ساتھ سوال جواب کر کے کیا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے گاہے بگاہے کچھ حلقوں کی طرف سے ایسی آوازیں سنائی دیتی ہیں کہ قادیانیوں کے ساتھ زیادتی ہوئی، اور یہ شور کیا جاتا ہے کہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہے، کسی کو حق نہیں کہ وہ اسے ''غیر مسلم'' قرار دے، یوں اس مسئلہ میں شبہات پیدا کیے جاتے ہیں۔ دراصل ایسے حضرات نے شاید قادیانیوں کے عقائد اور ان کے پیشوا مرزا قادیانی کے دعووں کا تفصیلی جائزہ نہیں لیا، اور ان کے علم میں یہ بات نہیں کہ قادیانی، مسلمانوں کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے ہیں۔ ایسے حضرات کے علم میں اضافے کے لئے چند گزارشات پیش کی جاتی ہیں۔

نوٹ: حوالوں (ریفرنسز) میں ''رخ'' سے مراد مرزا قادیانی کی کتابوں کا وہ مجموعہ ہے جو 23 جلدوں میں اس کے پیروکاروں نے شائع کیا جسے وہ لوگ ''روحانی خزائن'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

قادیانی دھرم ہندوستان کے ضلع گورداسپور کی تحصیل بٹالہ کے ایک قصبے ''قادیان'' میں انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں معرض وجود میں آیا، اس کے بانی کا نام ''مرزا غلام احمد قادیانی'' تھا جو سنہ 1839ء یا 1840ء میں پیدا ہوا اور مورخہ 26 مئی سنہ 1908ء کو بمقام لاہور اس دنیا سے کوچ کر گیا، مرزا قادیانی نے اپنی پیدائش کے بارے میں خود یوں لکھا ہے: ''میری پیدائش سنہ 1839ء یا سنہ 1840ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے، اور میں سنہ 1857ء میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا اور ابھی ریش و بروت کا آغاز نہیں تھا''۔

(کتاب البریہ، رخ 13 صفحہ 177 حاشیہ)

مرزا غلام احمد قادیانی کا خاندان اور قوم

مرزا قادیانی کے والد کا نام ''مرزا غلام مرتضیٰ بیگ'' اور والدہ کا نام ''چراغ بی بی'' بتایا جاتا ہے۔ اپنے خاندان کا مرزا قادیانی نے یوں تعارف کروایا:۔

''اب میرے سوانح اس طرح پر ہیں کہ میرا نام غلام احمد، میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضٰی، اور دادا صاحب کا نام عطا محمد، اور میرے پر دادا صاحب کا نام گل محمد تھا۔ اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ ہماری قوم مغل برلاس ہے۔ اور میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات سے جواَب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں سمرقند سے آئے تھے... ''۔ (کتاب البریہ، رخ13 صفحات162 تا163 حاشیہ)

ایک اور جگہ یوں لکھا:۔

''ہمارے خاندان کی قومیت ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ قوم کے برلاس مغل ہیں، اور ہمیشہ اس خاندان کے اکابر امیر اور والیان ملک رہے ہیں وہ سمرقند سے کسی تفرقہ کی وجہ سے بابر بادشاہ کے وقت میں پنجاب میں آئے... ''۔ (تریاق القلوب، رخ15 صفحہ273 حاشیہ)

اب آیئے اس خاندان کا سیاسی تعارف بھی ہو جائے، غاصب انگریز کو اپنے خاندان اور اپنی وفاداری کا یقین دلاتے ہوئے مرزا لکھتا ہے:۔

''میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد میرزا غلام مرتضٰی گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ رئیسانِ پنجاب میں ہے اور 1857ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکارِ انگریزی کو مدد دی تھی یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکارِ انگریز کی امداد میں دیے تھے... ''۔

(کتاب البریہ، رخ13 صفحہ 4، نیز تحفہ قیصریہ، رخ12، صفحات270و271)

پھر اپنے بھائی اور اپنی سرکارِ انگریزی سے وفاداری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:۔

''پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدماتِ سرکاری میں مصروف رہا اور جب تموں کے گذر پر مفسدوں کا سرکارِ انگریز کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکارِ انگریز کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔ پھر میں اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد ایک گوشہ نشین آدمی تھا۔ تاہم سترہ برس سے سرکارِ انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنی قلم سے کام لیتا ہوں۔ اس سترہ برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں ان سب میں سرکارِ انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لئے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت مؤثر تقریریں لکھیں۔ اور پھر میں نے قرین مصلحت سمجھ کر اسی امرِ ممانعت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کے لئے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں جن کی چھپوائی اور اشاعت پر ہزار ہا روپیہ خرچ ہوئے اور وہ تمام کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم اور مصر اور بغداد اور افغانستان میں شائع کی گئیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت ان کا اثر ہوگا۔ کیا اس قدر بڑی کارروائی اور اس قدر دور دراز مدت تک ایسے انسان سے ممکن ہے جو دل میں بغاوت کا ارادہ رکھتا

ہو؟''۔(کتاب البریہ، رخ13 صفحات 4 تا 8، نیز دیکھیں ستارہ قیصرہ، رخ15، صفحہ 114)

غاصب انگریز کے لئے اس غدار خاندان کے کارنامے:

''الحاق کے موقع پر اس خاندان کی جاگیر ضبط ہوگئی۔ مگر 700 روپے کی ایک پنشن غلام مرتضیٰ اور اس کے بھائیوں کو عطا کی گئی۔ اور قادیان اور اس کے گرد ونواح کے مواضعات پر ان کے حقوق مالکانہ تھے۔ اس خاندان نے غدر 1857ء کے دوران (یہ 1857 کی جنگ آزادی کی طرف اشارہ ہے جسے انگریز اور اس کے پٹھوؤں نے غدر کا نام دیا تھا۔ ناقل) بہت اچھی خدمات کیں۔ غلام مرتضیٰ نے بہت سے آدمی بھرتی کیے۔ اور اس کا بیٹا غلام قادر (یعنی مرزا کا بڑا بھائی۔ ناقل) جنرل نکسن صاحب بہادر کی فوج میں اس وقت تھا جبکہ افسر مذکور نے تریموگھاٹ نمبر ۴۶ نیو انفنٹری کے باغیوں کو جو سیالکوٹ سے بھاگے تھے تہِ تیغ کیا۔ جنرل نکسن صاحب بہادر نے غلام قادر کو ایک سند دی جس میں یہ لکھا ہے کہ 1857ء میں خاندانِ قادیان ضلع گورداسپور کے تمام خاندانوں سے نمک حلال رہا''۔

(حیات احمد، شیخ یعقوب علی عرفانی قادیانی ایڈیٹر الحکم، صفحات 21 و 22، طبع امرتسر 1928ء)

انگریز کا خود کاشتہ پودا

خود مرزا قادیانی نے غاصب انگریز کے لئے اپنے اور اپنے خاندان کی خدمات کا ذکر کرنے کے بعد انگریزی غاصب حکومت سے یوں التماس کی:۔

''صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جانثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکّام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکارِ انگریز کے پکے خیرخواہ اور خدمت گذار ہیں۔ اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت عزم واحتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں''۔(کتاب البریہ، رخ13 صفحہ 350)

اس تحریر میں مرزا نے اپنے آپ کو انگریز کا خود کاشتہ پودا لکھا ہے، مرزائی محققین کہتے ہیں کہ ہمارے حضرت جی نے اپنے آپ کو نہیں بلکہ اپنے خاندان کو انگریز کا خود کاشتہ پودا فرمایا ہے، تو جب مرزا قادیانی بھی اسی پودے کی ایک ٹہنی اور شاخ ہے تو وہ بھی تو انگریز کا خود کاشتہ ہوا، درخت کا پھل بھی تو اسی کا کاشتہ شمار ہوتا ہے جس نے درخت لگایا، ہاں اگر مرزا غلام احمد کے حکیم غلام مرتضی کا بیٹا اور مرزا غلام قادر کا بھائی ہونے میں بھی کوئی شک ہے تو پھر وہ یقیناً اس پودے کا حصہ نہیں۔

مرزا قادیانی کے مذہب کے دو حصے

یہی نہیں، مرزا قادیانی نے تو اپنے مذہب کے جو دو حصے بتائے ہیں وہ یہ ہیں: ''سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالی کی اطاعت کریں، دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے''۔
(شہادۃ القرآن، رخ 6 صفحہ 380)

مرزا قادیانی کے چند دعوے:

صریح طور پر نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ

''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا''۔ (دافع البلاء 1902ء، رخ 18 صفحہ 231)

''... اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمد واحمد سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی''۔
(ایک غلطی کا ازالہ 1901ء، رخ 18 صفحہ 211)

''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں''۔ (ملفوظات، جلد 5، صفحہ 447، سنہ 1908 تقریباً)

صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ

سنہ 1900ء میں مرزا قادیانی نے صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ بھی کیا، چنانچہ اس نے یہ تحریر لکھی:۔

''ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعے سے چند امر اور نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی''۔ (اربعین نمبر 4، رخ 17 صفحہ 435)

مرزائیوں نے کہنا ہے کہ مرزا قادیانی نے صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور یہ اس پر ایک الزام ہے اس لئے ہم ایک اور حوالہ پیش کرتے ہیں، مرزا قادیانی کی ایک کتاب ہے ''تریاق القلوب'' جو پہلی بار 1902 میں شائع ہوئی، لیکن مرزائیوں کا اور خاص طور پر مرزا کے بیٹے مرزا محمود کا اصرار ہے کہ یہ کتاب جنوری 1900ء تک لکھی جا چکی تھی (حقیقۃ النبوۃ، انوار العلوم، جلد 2 صفحہ 365)، اس کتاب میں مرزا قادیانی نے ایک تحریر لکھی تھی:

''یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں''۔ (تریاق القلوب، رخ 15 صفحہ 432 حاشیہ)

مرزا کے اس من گھڑت ''نکتہ'' سے معلوم ہوا کہ اس کے نزدیک صرف اس نبی کا انکار کرنا کفر ہے جو شریعت اور احکام جدیدہ لاتا ہے، اور جو نبی اپنی نئی شریعت یا کوئی نیا حکم نہ لائیں بلکہ کسی پرانی شریعت کے تابع ہوں ان کا

انکار کفر نہیں (یہ سراسر غلط ہے، اللہ کے کسی ایک نبی کا انکار بھی کفر ہے) لیکن ہم مرزا قادیانی کی اس بات کو فرض کرتے ہوئے آگے چلتے ہیں، مارچ سنہ 1906ء میں مرزا قادیانی کے بقول اس کے خدا نے اسے یہ الہام کیا تھا:۔

''خدا تعالی نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے''۔(تذکرہ، صفحہ 519، چوتھا ایڈیشن)

پہلے مرزا نے یہ ''نکتہ'' ایجاد کیا کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں، اور پھر 1906 میں وہ اپنے خدا کا یہ الہام سناتا ہے کہ جس نے میری دعوت قبول نہیں کی وہ مسلمان نہیں ہے، یعنی اس نے اپنے آپ کو ان نبیوں میں شامل کر لیا جو شریعت اور احکام شریعت لاتے ہیں۔ اور مرزا قادیانی کے بیٹے اور دوسرے قادیانی خلیفہ مرزا محمود نے اپنا عقیدہ یوں لکھا:۔

''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (نقلی اور جعلی۔ ناقل) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں''۔

(آئینہ صداقت، انوار العلوم، جلد 6 صفحہ 110)

اسی طرح مرزا قادیانی نے سنہ 1902ء میں اپنی کتاب ''نزول المسیح'' کا ضمیمہ بنام ''اعجاز احمدی'' لکھا، اس میں اس نے یہ دعویٰ کیا:۔

''... اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ

''هو الذی ارسل رسول بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین كله...''

(اعجاز احمدی، رخ 19، صفحہ 113، نیز دیکھیں سراج منیر، رخ 12، صفحہ 42)

دوستو! یہ الفاظ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہماری معلومات کے مطابق قرآن کریم کی تین آیات میں آئے ہیں (سورۃ التوبہ: آیت 32، سورۃ الفتح: آیت 28 اور سورۃ الصّف: آیت 9) اور ان کا ترجمہ ہم مرزا قادیانی کے اپنے بیٹے اور دوسرے مرزائی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کی (نام نہاد) تفسیر صغیر سے نقل کرتے ہیں:۔

''وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ تمام دینوں پر اس کو غالب کر دے''۔(تفسیر صغیر، صفحہ 681، 682)۔

ان آیات میں ایک ایسے رسول کی بعثت کا ذکر ہے جو لوگوں کے لئے ہدایت اور ایک سچا دین لے کر آئے اور ''اَرْسَلَ''، ماضی کا صیغہ لا کر یہ بیان فرما دیا گیا کہ اس آیت کے نزول کے وقت وہ رسول بھیجا جا چکا تھا (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لیکن مرزا قادیانی لکھ رہا ہے کہ ان آیات کا مصداق میں ہوں، اس طرح وہ یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ اسے بھی ایک نیا دین دے کر بھیجا گیا ہے۔

مرزا کا خاتم النبیین (یعنی آخری نبی) ہونے کا دعویٰ

مرزا غلام احمد نے آخری نبی ہونے کا دعویٰ بھی کیا، چنانچہ وہ لکھتا ہے:۔

’’مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا میں خدا کی سب راہوں میں آخری راہ ہوں۔ اور میں اس کے نوروں میں سے آخری نور ہوں‘‘۔ (کشتی نوح، رخ 19 صفحہ 61)

ایک جگہ لکھتا ہے:

’’چودھویں خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ وہ باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے نہ تھا۔ مگر بایں ہمہ موسوی سلسلہ کا آخری پیغمبر تھا جو موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں پیدا ہوا۔ ایسا ہی میں بھی خاندان قریش میں سے نہیں ہوں اور چودھویں صدی میں مبعوث ہوا ہوں اور سب سے آخر ہوں‘‘۔

(تذکرۃ الشہادتین، رخ 20 صفحہ 35)

ایک جگہ مرزا اپنی یہ منطق پیش کر رہا ہے کہ کسی بھی سلسلہ انبیاء کا سب سے پہلا اور سب سے آخری نبی قتل نہیں ہوسکتا، آخری نبی کی مثال پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

’’... دوسرے وہ نبی اور مامور من اللہ جو سلسلہ کے آخر میں آتے ہیں جیسا کہ سلسلہ موسویہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سلسلہ محمدیہ میں یہ عاجز‘‘۔ (تذکرۃ الشہادتین، رخ 20 صفحہ 70)

عیسائیوں اور مسلمانوں کے لئے مسیح اور ہندوؤں کے لئے کرشن ہونے کا دعویٰ

’’وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے اس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تو ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے‘‘۔

(لیکچر سیالکوٹ، رخ 20 صفحہ 228) (جاری ہے)

Saleem&Company
Bahar Chowk, Masoom Shah Road, Multan.
SINCE 1968
Manufacture of Quality
Furniture, Government
Contractors, Electronics
& General Order Suppliers
سلیم اینڈ کمپنی
0302-8630028
061 -4552446
فون نمبر:
بہار چوک معصوم شاہ روڈ ملتان
Email:saleemco1@gmail,com

نام کتاب: قاتلِ عمّار رضی اللہ عنہ کون؟ (مختصر ایڈیشن) مبصر: حافظ عبید اللہ

مصنف: مفتی عبدالواحد قریشی حفظہ اللہ ناشر: ادارۃ النعمان، ڈیرہ اسماعیل خان

صفحات: 174 قیمت: 300 روپے (پاکستانی)

کتاب کے ''پیش لفظ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کی اصل کتاب ''الفیض المدرار فی تحقیق حدیث عمار'' المعروف بہ ''حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حدیثی حقائق''ہے، زیرِنظر کتاب اسی اصل کتاب کا اختصار اور اس کے حصہ دوم میں موجود چند اہم و ضروری اقتباسات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے شروع میں لکھا ہے کہ یہ اس کتاب کی پانچویں طباعت ہے، اس کی طبع اوّل اکتوبر 2020ء میں ہوئی تھی اور پھر بالترتیب 2022ء، 2024ء اور 2025ء میں اس کی مزید تین طبعات ہو چکی ہیں اور اب جنوری 2026ء میں پانچویں طبع ہے، معلوم نہیں یہ اصل کتاب کی طبعات ہیں یا اس اختصار کی؟ تاہم مصنف نے جس اصل کتاب کا ذکر کیا ہے ہمیں اس کا علم بھی اب ہوا ہے، معلوم نہیں وہ اب دستیاب بھی ہے یا نہیں؟ اگر کسی کو اس بارے میں علم ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں۔

الغرض! جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، مصنف نے اس حدیث پر تحقیقی کلام کیا ہے جسے ''حدیثِ عمار'' کہا جاتا ہے اور جس میں یہ بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا تھا کہ: افسوس! انہیں باغی گروہ قتل کرے گا، یہ انہیں جنت کی طرف بلائیں گے اور وہ انہیں دوزخ کی طرف... الخ۔

زیرِنظر کتاب میں مصنف کی تحقیق کا لب لباب یہ ہے کہ اس حدیث کو بنیاد بنا کر جو یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ:

''حدیث مذکور میں جس قاتلِ عمار باغی گروہ کا ذکر ہے اس سے مراد سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمنوا صحابہ و تابعین کی جماعت ہے، لہٰذا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ''شرعی و اصطلاحی باغی'' تھے کیونکہ سیدنا عمّار رضی اللہ عنہ کا قتل انہی لوگوں نے کیا تھا''

مصنف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ بات درست نہیں، مصنف کی تحقیق کے مطابق سیدنا عمّار رضی اللہ عنہ کے قاتل سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ یا کوئی اور صحابی نہیں بلکہ ان کے قاتل وہی باغی تھے جو تیسرے خلیفۂ راشد سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کر کے اور آپ کو شہید کر کے پہلے سے باغی بن چکے تھے

اور پھر اپنے آپ کو بچانے کے لئے یہ لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں پناہ گزین ہو گئے تھے، اور یہی گروہ آگے چل کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی الگ ہو کر ''خوارج'' کہلایا۔

دراصل مصنف کی یہ تحقیق کوئی نئی نہیں کہ جس پر تعجب کا اظہار کیا جائے، بہت سے قدیم وجدید شارحین اور علماء اہل سنت نے یہ بات لکھی ہے جن میں سے بعض کی عبارات مفتی صاحب نے بھی اپنی اس کتاب میں نقل کی ہیں، لیکن برا ہو پروپیگنڈے کا کہ ایک منظّم سازش کے تحت یہ مشہور کر دیا گیا کہ جیسے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا قاتل عمّار اور شرعی واصطلاحی باغی ہونا اہل سنت کے ہاں اتفاقی موقف ہے۔

مصنف نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمنوا صحابہ وتابعین پر ''شرعی واصطلاحی بغاوت'' کا الزام کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ان کے اقدام پر بغاوت کی فقہی واصطلاحی تعریف صادق ہی نہیں آتی۔

مصنف نے اپنی بات کے حق میں بہت سے دلائل پیش کیے ہیں اور بتایا ہے کہ اس بارے میں متعدد روایات کا استقراء کر کے ''قاتلین عمّار'' کی تقریباً 10 نشانیاں معلوم ہوتی ہیں جن میں ایک نشانی بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی میں نہیں پائی جاتی۔

کتاب کے حصہ دوم میں (جو صفحہ 51 سے شروع ہوتا ہے) مصنف نے تقریباً 24 سوالات کے مفصل جواب دیے ہیں جس سے ان کے موقف کی کما حقہ وضاحت ہو جاتی ہے۔

مصنف کا اصل مقصد صرف صحابی جلیل سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع ہے، خلاصہ یہ سمجھ آتا ہے کہ اگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمنوا اصحابہ کرام کو ''شرعی واصطلاحی باغی'' قرار دیا جائے (جو کہ بغاوت کی فقہی تعریف کے مطابق وہ کسی بھی طرح بھی نہیں بنتے) تو پھر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ معاذ اللہ ان کی طرف فسق کی نسبت کرنا ہوگی، کیونکہ ''اصطلاحی وشرعی بغاوت'' تو گناہ کبیرہ ہے، اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب (اور اس سے توبہ نہ کرنا) فسق کہلاتا ہے، جبکہ اہل سنت نے صحابہ کرام کے اس مشاجراتی اختلاف کو ''اجتہادی اختلاف'' بتایا ہے، اور اجتہادی اختلاف میں ہر مجتہد کو اجر ملا کرتا ہے، جس کا اجتہاد درست ہوا سے دو اجر اور جسے غلطی لگ جائے اسے ایک اجر، اور ظاہر ہے ''گناہ کبیرہ کے ارتکاب'' یا ''فسق'' پر تو اجر نہیں ملا کرتا، لہٰذا اگر کسی نے مشاجرات صحابہ کے ضمن میں کسی فریق کی طرف ''بغاوت'' کی نسبت کی بھی ہے تو اس سے مراد ''اصطلاحی وشرعی بغاوت'' ہرگز نہیں ہو سکتی۔

نیز اگر ''حدیث عمّار'' کو بنیاد بنا کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمنوا صحابہ کو ''قاتلِ عمّار'' بنایا جائے تو پھر اسی حدیث میں جو الفاظ آگے آتے ہیں کہ ''عمّار انہیں جنت کی طرف بلائیں گے اور وہ انہیں آگ کی طرف'' ان

الفاظ کا کیا کرنا ہے؟ کیونکہ احادیث میں تو یہ بھی آتا ہے کہ ان دونوں جماعتوں کی ’’دعوت‘‘ ایک ہی ہوگی؟

بہرحال! صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں یہی طریقہ اسلاف امت کا رہا ہے کہ جہاں بات بنتی ہو وہاں بنا کر آگے چلنا چاہیے، خواہ مخواہ صحابہ کرام کے معاملات میں عدالت لگانے کی ضد کر کے نہیں بیٹھ جانا چاہئے، علماء اہل سنت کے چند حوالے پیش ہیں۔ امام نوویؒ (م676ھ) لکھتے ہیں:۔

’’ولسنا نقطع بالعصمة اِلا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ولِمن شھد له بھا لکنا مامورون بحسن الظن بالصحابة رضی اللہ عنھم اجمعین ونَفیِ کُلِّ رذیلةٍعنھم واذا انسدت طرق تاویلھا نسبنا الکذبَ الی رُواتھا‘‘. (شرح النووی علی صحیح مسلم، ج12 ص72، داراحیاء التراث العربی بیروت)

معنیٰ ومطلب یہ ہے کہ ہم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جن کے معصوم ہونے کی گواہی آپ نے دی ہے (یعنی دیگر انبیاء اور ملائکہ) کے سوا کسی اور کو معصوم تو نہیں مانتے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حسنِ ظن رکھنے اور ان سے تمام اوصافِ رذیلہ کی نفی کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے (لہٰذا ہم ہر اُس حدیث کی تاویل کریں گے جو صحابہؓ کی شان کے بظاہر خلاف نظر آتی ہو) اور جب اس کی تاویل کے تمام راستے بند ہو جائیں گے تو ہم اس کے راویوں کو جھوٹا قرار دے کر اس کو رد کر ڈالیں گے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، جمل وصفین کی جنگوں میں شریک ہونے والے اور شریک نہ ہونے والے صحابہ کرامؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

’’والحقُّ حمل عملِ کلِّ احدٍ من االصحابة المذکورین علی السداد ...الخ‘‘ یعنی حق یہ ہے کہ ان صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک کے عمل کو درستی وراستی پر ہی حمل کیا جائے۔ (فتح الباری، ج13 ص42، دار المعرفة بیروت)

علامہ سفارینیؒ مشاجراتِ صحابہؓ میں دخل دینے سے منع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

’’فکل ما صحَّ مِمَّا جَریٰ بین الصحابة الکرام وَجَبَ حمله علیٰ وجه ینفی عنھم الذنوب والآثام‘‘

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان پیش آمدہ مشاجرات کی جو روایات، صحیح ہیں ان کا بھی معنیٰ ومطلب ایسا بیان کرنا واجب ہے جو ان حضرات سے تقصیروں اور گناہوں کے الزام کو دور کرنے والا ہو۔

(لوامع الانوار البھیة، ج2 ص386، دمشق)

علامہ عبدالعزیز فرہارویؒ فرماتے ہیں کہ:

”وهكذا جرت عادةُ السلف الصالحين بحمل افعال الصحابة علیٰ مقاصد صحيحة“.

یعنی سلفِ صالحین کی عادت یوں ہی رہی ہے کہ وہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجراتی ومنازعاتی افعال کو مقاصدِ صحیحہ پر ہی محمول کرتے رہے ہیں۔ (النبراس شرحُ شرحِ العقائد، ص679، آستانہ)

اپنی ایک دوسری کتاب میں اس پر اہل السنّت والجماعت کا اجماع کرنا بتایا ہے، چنانچہ رقم طراز ہیں:

”واجمع اهل السنة والجماعة على تاويل ما ثبت منها تخليصاً للعامة عن الوساوس والهواجس وا ما ما لم يقبل التا ويل فهو مردود. فإن فضل الصحابة وحسن سيرتهم واتباعهم الحق ثابت بالنصوص القاطعة وإجماع ا هل الحق فكيف يعارضه رواية الآحاد“.

یعنی مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جو باتیں صحیح طور پر ثابت اور قابلِ تاویل ہوں، عوام الناس کو صحابہؓ کے بارے میں وسوسوں اور اندیشوں سے بچانے کے لئے ان کی کوئی مناسب تاویل کرنے پر اور جو (باتیں) تاویلیں قبول نہ کریں ان کے مردود ہونے پر اہل السنّت والجماعت نے اجماع کیا ہے، صحابہ کرم کی فضیلت وحسن سیرت اور ان کا حق کی پیروی کرنا یہ تو نصوص قطعیہ اور اہل حق کے اجماع سے ثابت ہے تو اس کے مقابلہ میں اخبار آحاد کیسے آسکتی ہیں؟

(الناہیۃ عن طعن امیر المؤمنین معاویۃ، ص24، مکتبۃ الغراس، الکویت)

تو علماء اہل سنت کے اصولی موقف کی بنا پر مفتی عبدالواحد قریشی صاحب کی یہ کاوش قابل تحسین ہے جس کا مقصد ایک صحابی جلیل پر کیے جانے والے ایک بہت بڑے اعتراض کا علمی جواب دینا ہے۔ **والله علی ما نقول وکیل**

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

مرتب: ابومروان

من الظلمت الی النور

مرکز احرار مرکزی جامع مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ کالونی چیچہ وطنی میں مولانا منظور احمد (مرکزی خطیب جامع مسجد عثمانیہ) کے ہاتھ پر 13 رمضان المبارک 1447ء/ 3 مارچ 2026ء کو عبداللہ اور عبدالرحمٰن نے عیسائیت ترک کر کے اسلام قبول کرلیا، جبکہ عبدالرحمٰن کا خاندان جو 7 افراد پر مشتمل ہے نے 4 مارچ بدھ کو بعد نماز ظہر دفتر مجلس احرار اسلام جامع مسجد چیچہ وطنی میں جناب عبداللطیف خالد چیمہ مدظلہ (نائب امیر مجلس احرار اسلام پاکستان) کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ علاقہ بھر کے مسلمانوں نے نومسلم خاندان کے ساتھ اظہار یک جہتی کی اور اسلام قبول کرنے پر مبارکباد دی۔ اللہ تعالیٰ ان کو استقامت نصیب فرمائیں۔ آمین

مسافران آخرت

★......حضرت مولانا قاری محمد یعقوب نقشبندیؒ کے فرزند ''حضرت مولانا محمد عمر زکریا نقشبندیؒ'' 07 مارچ 2026ء

★......مرکزی تنظیم تاجران جنوبی پنجاب کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل، صدر ختم نبوت چوک (المکہ سنٹر، کپڑا مارکیٹ چونگی نمبر 14 ملتان) رانا محمد ہاشم علی کے بڑے بھائی، اسیر ناموس صحابہ واہلبیت، رانا محمد قاسم علی، انتقال 10 مارچ 2026ء

★......مدرسہ صوت القرآن ملتان کے مہتمم مولانا قاری محمد طس مدظلہ کے بھائی محترم محمد شعیب 18 فروری 2026 کو اور بہنوئی محترم عبدالشکور صاحب 15 رمضان المبارک 1447ھ/ 5 مارچ 2026ء بروز جمعرات انتقال کر گئے

★......مجلس احرار اسلام ملتان یونٹ موضع ہمروٹ کے کارکن مولانا محمد سلیمان کے والد بزرگوار، جناب قاری محمد منظور صاحب 15 مارچ 2026ء کو انتقال کر گئے ہیں۔

★......مدرسہ ختم نبوت جامع مسجد احرار چناب نگر کے ناظم مولانا محمود الحسن کے چچا زاد بھائی 26 مارچ 2026ء کی دوپہر انتقال کر گئے۔

★......جھنگ میں ہمارے قدیم کرم فرما محترم قیصر زبیری صاحب کی اہلیہ اور اکرام اللہ صاحب کی والدہ ماجدہ مرحومہ: انتقال 3 مارچ 2026ء

★......مجلس احرار اسلام کراچی کے امیر مفتی عطاء الرحمٰن قریشی کے خالو مرحوم حاجی محمد یٰسین میمن انتقال: 22 مارچ

قارئین ایصال ثواب کریں، اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائیں اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائیں۔ آمین

الحمدللہ بیسمنٹ ہال، دارالقرآن، دفاتر اور لائبریری کی تعمیر جدید (17,500,000) ایک کروڑ پچھتر لاکھ روپے سے مکمل ہو چکی ہے۔

★ درجہ کتب کے طلباء کے لیے درس گاہوں، دارالحدیث، دارالاقامہ پر مشتمل نئی عمارت کی تعمیر باقی ہے جس کا تخمینہ تقریباً (6,00,00,000) چھ کروڑ روپے سے متجاوز ہے۔

رابطہ برائے ترسیل زر و تعاون

حکومت کی مدارس دشمن پالیسیوں کے تحت کئی مدارس کے بنک اکاؤنٹ بند کر دیے گئے ہیں۔
مدرسہ معمورہ کا اکاؤنٹ بھی تین سال سے بند ہے۔ تعاون کے لیے آپ مہتمم مدرسہ سے براہ راست رابطہ فرمائیں۔

سید محمد کفیل بخاری 061-4511961, 0300-6326621
مہتمم مدرسہ معمورہ، دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی، ملتان

مدرسہ ختم نبوت، جامع مسجد احرار چناب نگر

پہلا فلور رمضان 1447ھ میں مکمل ہو گیا۔ جبکہ سیوریج، وضو خانہ، طہارت خانوں، بجلی، پانی کا کام باقی ہے۔
پہلی منزل تک کا تخمینہ تقریباً 70 لاکھ کے قریب ہے۔

علاوہ ازیں 20kv سولر سسٹم کی شدید ضرورت ہے جس میں سے اب تک 10kv کا انتظام ہوا ہے
احباب خیر توجہ فرمائیں اور اس میں حصہ شامل کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

برائے رابطہ: سید عطاء المنان بخاری 0301-7181267

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲) ...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہوگیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح وشام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر وغم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد

دعاؤں کے طالب

CARE PHARMACY
کیئر فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores
24 گھنٹے سروس
اصلی اور معیاری ادویات کے مراکز
Head Office: Canal View, Lahore
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ!
فیصل آباد میں 13 برانچز کے بعد اب 11 شہروں جڑانوالہ، ننکانہ صاحب، شاہکوٹ، کھرڑیانوالہ، سانگلہ ہل، چک جھمرہ، چنیوٹ، جھنگ، گوجرہ، سمندری، تاندلیانوالہ
آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے سروس